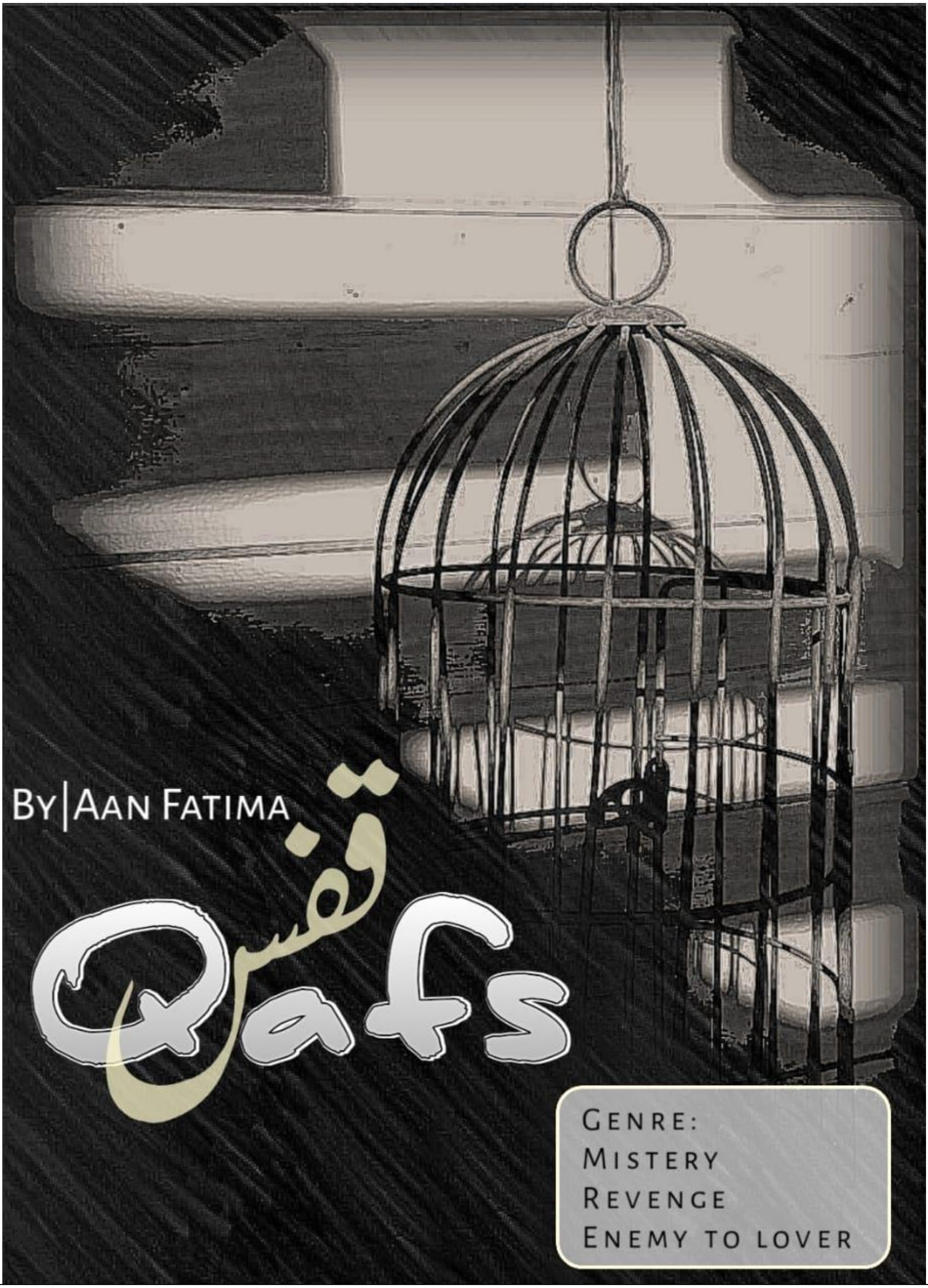
By|Aan Fatima
قفس
Qafs
Genre:
Mistery
Revenge
Enemy to lover

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

آن فاطمہ کے قلم سے

”قفس“

(قید خانہ)

چھٹی قسط:

موبائل فون کی آواز نے اسکی نیند میں خلل ڈالا تھا۔اس کے بھاری ہوتے پپوٹے ہلے۔ ذرا سی پلکیں واں کرتے اس نے اطراف کا جائزہ لیا اور کہنیوں پہ زور ڈالتے اپنی جگہ پہ اٹھ بیٹھا۔ کھڑکی سے پڑتی سورج کی کرنیں اسے آنکھیں میچنے پہ مجبور کر گئی۔ آج کافی دیر تک سوتا رہا تھا وہ۔ دونوں ہاتھوں سے شانے پہ بکھرے بالوں کو سنوارتے وہ تکیے سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ اس کا ذہن بیدار ہونا شروع ہوا۔ سائیڈ ٹیبل پہ رکھے فون کو اٹھاتے اس نے سکرین کو دیکھا جہاں ناجیہ کا لنک جگمگا رہا تھا۔اس کے لبوں پہ پھیلنی والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔ آج پورے ہفتے بعد اس نے قاسم کو فون کیا تھا۔ فون کان سے لگاتے وہ دوسری جانب سے ہونے والی گولہ باری کیلیے خود کو پوری طرح تیار کر چکا تھا۔ جانتا تھا اب وہ جو جی میں آیا وہ بولے گی اور بلکل بھی لحاظ نہیں رکھے گی۔ کمفرٹر ایک جانب کرتے وہ پھیل کر لیٹا۔

خوش تو بہت ہو گے آج تم ہے نا؟"طنزیہ انداز۔۔ تمسخرانہ لہجہ۔ قاسم ٹھٹھکا۔اس کا لہجہ کاٹ دار" تھا۔یہ کس لہجے میں مخاطب تھی وہ اس سے۔ آج سے پہلے کبھی بھی ناجیہ نے اس طریقے سے کبھی اسے مخاطب نہیں کیا تھا۔

اس دنیامیں ایسا کیا ہے جو خوش ہو اجائے۔" سر جھٹکتے اس نے جیسے اسے باور کرایا۔ناجیہ کے " لبوں پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی۔ قمیض کی سلوٹوں کو ہاتھ سے درست کرتے وہ کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ تیز ہوا کے زور سے ملتے درختوں کو دیکھ اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

ہر وقت زندگی سے اتنے متنفر کیوں رہتے ہو تم۔زندگی بہت حسین ہے۔بس ساری بات محسوس" کرنے کی ہے۔"وہ اکتاہٹ آمیز لہجے میں بولی۔بس ایک ہاتھ جوڑنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ قاسم چہرہ جھکائے دھیرے سے ہنسا اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی مدد سے اپنی گھنی مونچھوں کو سنوارا۔وہ یہ بات کہہ سکتی تھی کیونکہ اس نے زندگی کے تلخ حقائق کو ابھی تک چکھا نہیں تھا جو وہ بچپن سے جھیلتا آرہا تھا۔جو اسکی زندگی کا حصہ تھا۔جو سب کچھ برداشت کرنے کی اب اسے عادت تھی۔

بچپن سے اب تک زندگی کی انہی ٹھوکروں پہ پلا بڑھا ہوں۔زندگی اب حسین نہیں لگتی۔صاف" کہوں تو زندگی سے برا اب کچھ نہیں لگتا۔" گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے گویا اپنے اندر کی کثافت کو کم کیا۔اسے اپنی آواز کہی دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔کھویا کھویا سا انداز تھا اسکا۔ناجیہ نے اپنا سر پیٹا۔جس مقصد کے تحت اسے فون کیا تھا وہ تو کہی پیچھے رہ گیا تھا۔

مجھے تم سے ابھی اسی وقت ملنا ہے قاسم۔" دوسرے ہی پل وہ تیز لب و لہجے میں بولتے اسے ٹھٹھکا گئی۔ وہ خواہ جتنی بھی اپنے لہجے کی کپکپاہٹ پہ قابو پاتی مگر وہ بھی اسے اتنے عرصے سے جانتا تھا تبھی بیڈ کراؤن سے پشت ٹکائے پر سکون بیٹھا قاسم عجلت میں سیدھا ہو کر بیٹھا۔ اس کا دل نجانے کیوں خوفزدہ ہوا۔

تم ٹھیک ہو۔" اس کے لہجے میں پریشانی کا عنصر صاف نمایاں تھا۔ جواباً اس کی سسکی سن اس کے ماتھے پہ شکنیں نمودار ہوئی۔ جبڑے بری طرح بھینچ گئے۔ نجانے اسکی آنکھوں میں آنسو کس بات کے تھے۔

زخم دینے والے یہ سوال پوچھتے اچھے نہیں لگتے مسٹر قاسم۔" اگلے ہی لمحے اسکی بات کا مطلب سمجھ آتے وہ ڈھٹائی سے سر پیچھے گراتے ہنس دیا۔ دل میں ایک سکون سا اترتا چلا گیا۔ مطلب بات زیادہ بڑی نہیں تھی۔ چہرے پہ بھرپور مسکراہٹ پھیل گئی البتہ ناجیہ کا شدت سے جی چاہا اسکا منہ نوچ لے۔ نجانے دوسروں کو اذیت پہنچا کر اسے کونسی خوشی محسوس ہوتی تھی۔ مٹھیاں زور سے بھینچتے اس نے جیسے خود پہ قابو پایا اور آنکھیں میچ کر کھولی۔ زور سے کھڑکی کے پٹ بند کرتے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

میرا رشتہ ممی میرے کزن کے ساتھ طے کر رہی ہیں جو باہر رہتا ہے۔مجھے تم سے ملنا ہے"
قاسم۔تم آرہے ہو یا میں تمہارے گھر آجاؤں۔وہاں تو کسی نہ کسی سے ملاقات ہو ہی جائے گی۔"وہ
دانت پیس کر بولی۔آنکھیں مسلسل رونے کی بدولت سوجھی ہوئی تھی۔چہرہ ستا ہوا تھا۔اسکے
دھمکی آمیز لہجے پہ قاسم کے چہرے کے زاویے بگڑے۔جھنجھلا کر اس نے پاؤں بیڈ سے نیچے
لٹکائے۔

شٹ یور ماؤتھ ناجیہ۔کسی کو میری یہاں موجودگی کے بابت علم نہیں ہے۔تمہیں اتنی بے چینی"
کیوں ہے مجھ سے ملنے کی۔میری بات مانو جہاں تمہاری ممی تمہارا رشتہ کرنے پہ راضی ہیں تم بھی
حامی بھر لو۔سکون میں رہو گی۔میرے جیسا شیطان تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔"قاسم نے پیر
چپلوں میں اڑستے تیکھے لہجے میں پوچھا تو لمحہ بھر کو وہ چپ سی ہو گئی۔اب اس بات کا اسے کیا جواب
دیتی۔دل تو کرچی کرچی ہو ہی گیا تھا اسکی بے رخی پہ۔کئی ساعتیں ان دونوں کے درمیان خاموشی
حائل رہی۔

میں نے تم سے کہا تھا قاسم کہ مجھے کسی سے کچھ نہیں چاہیے۔بس میرا دل۔وہ نہیں ٹوٹنا چاہیے"
لیکن تم نے اسے بھی بے دردی سے توڑ دیا۔تم نے یہ کیا کر دیا قاسم۔پلیز ایک بار مجھ سے مل کر

مجھے اس بات کی یقین دہانی کروادو کہ تم نے سچ میں ایسا کرلیا ہے۔میں تمہارے راستے میں کبھی نہیں آؤں گی پھر۔" اسکی آواز ایک بار پھر بھیگ گئی تھی۔کھڑکی کے پاس کھڑے قاسم نے کھینچ کر دبیز پردوں کو برابر کیا تو کمرے میں تاریکی چھا گئی۔اگلے ہی پل نجانے کیوں اس کا دل گھبرایا تھا۔ایک جھٹکے سے پردہ پیچھے کرتے وہ پھر سے سکون میں آگیا۔کمرہ ایک بار پھر روشنیوں میں نہا گیا۔ایک یہ روشنی ہی تو اسے سکون دیتی تھی۔

کیا جاننا چاہتی ہو تم۔یہی جان لو۔میں تم سے ملاقات کو نہیں آسکتا۔"وہ بے رحم بنا اس کے دل پہ پے درپے وار کررہا تھا۔ناجیہ کا دل جل اٹھا۔سماعتیں سائیں سائیں کرنے لگیں۔حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے اتارتے اس نے آنکھیں بند کرکے کھولی جیسے خود کو کچھ بولنے کیلیے آمادہ کیا تھا۔

ریم جعفری کو غائب ہوئے دو دن ہونے والے ہیں۔کیا اس سب کے پیچھے تمہارا ہاتھ ہے" قاسم۔"جب سے اس نے یہ خبر سنی تھی دل اندر تک خاموش تھا۔آنکھیں بے خوابی کی کہانی سنا رہی تھیں۔سرخ متورم آنکھوں میں نمی ٹھہری تھی۔اس کا ذہن کہہ رہا تھا کہ یہ سب قاسم کا کیا دھرا ہے مگر دل اس بات کو ماننے پہ آمادہ نہیں تھا۔

تم مجھے اتنا برا کیوں سمجھتی ہو ناجیہ۔ میں نے اسے غائب بلکل نہیں کروایا۔ ایسا گناہ میں چاہ کر بھی" نہیں کر سکتا۔ وہ میری بیوی تھی اور ایک بیوی کو تو اپنے شوہر کے پاس واپس آنا ہی ہوتا ہے۔" وہ بے حد سکون سے بولتے ناجیہ کو بے سکون کر گیا۔ سانس تو پہلے ہی رکا ہوا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس قدر طمانیت سے اس بات کا اعتراف کر لے گا۔ وہ ہونق زدہ رہ گئی۔

شش۔ شوہر بیوی۔" اس کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔ ہاتھوں سے موبائل گرتے گرتے بچا۔ "

تم۔ تم نے اس سے نکاح کر لیا قاسم اور میں۔ میرا کیا۔ میں جو اتنا عرصہ صرف تمہاری خاطر یہاں" پاکستان میں ٹھہری کیونکہ تمہیں میری ضرورت تھی۔ وہ سب کیا تھا۔" وہ تاسف سے بولی۔ لہجے میں بے یقینی ہلکورے کھا رہی تھی۔ قاسم بے آواز ہنسا۔

تم کیوں پریشان ہو رہی ہو ناجیہ۔ میں نے کونسا اس سے اب نکاح کیا ہے۔ یہ تو بہت پہلے کی کہانی" ہے۔ خیر تم اپنی زندگی میں پر سکون رہو۔ مجھ میں فضول انولو ہو کر اپنا خون مت جلاؤ۔" وہ اسے ٹال رہا تھا۔ ناجیہ کو صاف محسوس ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں آئی نمی کو اندر اتارتے وہ خواہ مخواہ یہاں وہاں نگاہیں دوڑانے لگی۔ وہ تو سمجھی تھی کہ وہ قاسم کو سنوار دے گی لیکن یہاں تو سب بگڑ گیا تھا۔ سب ختم ہو گیا تھا۔ وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو قاسم۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ مجھے لگا تھا تم میں ذرا سی انسانیت زندہ ہے۔ تم یہ" گھناؤنا کام نہیں کر سکتے۔ تمہیں شرم آنی چاہیے اپنے مفاد کی خاطر اپنے بدلے کی خاطر تم نے ایک کمزور لڑکی کی ذات کو نشانہ بنا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم انسان نہیں بلکہ حیوان ہو۔ تم میں اور اس کے باپ میں کیا فرق رہ گیا۔ انہوں نے تو کسی کی جان سچ میں لی لیکن تم نے اس لڑکی کو جیتے جی مار دیا قاسم۔ ختم کر دیا۔ "وہ سلگ کر بولی۔ قاسم کو محسوس ہوا جیسے اس کے دل کو کوئی کند چھری سے ذبح کر رہا ہو۔ اس نے باقاعدہ اپنے دل کو مقام سہلایا اور فون کان سے ہٹاتے موبائل پہ وقت دیکھا۔ دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔ اس کا سارا دھیان نجانے کیوں ریم کی جانب گیا تھا۔ وہ تو تقریباً دو راتوں سے اسی کمرے میں قید تھی۔

کسی سے بدلہ لینا ہو تو وار اسکی کمزوری پہ ہی کیا جاتا ہے مائی ڈیئر۔ "لاپرواہی سے جیبوں میں ہاتھ" ڈالے وہ قدرے مطمئن تھا۔ ناجیہ کو اسکا یہ سکون ایک آنکھ نہ بھایا۔ سال بیت گئے تھے اسے سمجھاتے مگر آج بھی وہ دشمنی کے اسی درجے پہ فائز تھا۔ مر جاؤ یا مار ڈالو والا اصول اپنائے۔

وہ بے گناہ ہے قاسم۔ اسکا اس سب میں کوئی قصور نہیں ہے۔ تم بھی تو اس بات کا اعتراف کرتے" ہو نا۔ تمہیں لڑنا تھا لیکن کسی لڑکی کی زندگی تباہ کر کے نہیں۔ تم نے وعدہ لیا تھا اس سے۔ اور کچھ نہ

سہی اس وعدے کی ہی لاج رکھ لو۔ریم جعفری بے قصور ہوتے ہوئے بھی ماری جائے گی۔یہ تمہاری عدالت ہے تم ہی جج ہو تم نے ہی فیصلہ سنانا ہے۔اپنی اس عدالت میں تم کسی بے گناہ کو سزا کیسے دے سکتے ہو۔وہ لڑکی بہت اچھی اور معصوم ہے قاسم۔"ناجیہ کی آنکھوں میں کرب ٹھہرا تھا۔وہ اتنی اچانک سے بولی تھی کہ قاسم چپ رہ گیا۔کہنے سننے کو بچا ہی کیا تھا اب۔

تم کہاں ملی اس سے۔"اسکی اتنی لمبی تقریر کے جواب میں وہ بس یہی بولا تھا۔اسکا دماغ کی سوئی" اسی بات پہ اٹک گئی۔ان دونوں کی ملاقات بھلا کب ہوئی تھی۔ناجیہ تپی مطلب اسکی باقی اتنی لمبی بکواس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

مت بھولو وہ ایک ڈاکٹر ہے۔میں ملی ہوں اس سے۔بہت اچھی لڑکی ہے وہ۔تم اس کے ساتھ غلط" کررہے ہو۔وہ مردوں سے ڈرتی ہے یہ بات تم اچھے سے جانتے ہو۔تم ہی تھے نا جس نے یہ بات مجھے بتائی تھی پھر بھی اسے خود سے متنفر کر رہے ہو۔اسے مردوں سے نفرت کرنے کی مزید وجہ دے رہے ہو۔"الجھے منتشر خیالات کے ساتھ اس نے سر اٹھایا تو نگاہیں آئینے میں دکھائی دیتے اپنے عکس پہ جا ٹھہری۔یکایک ہی اسکی اذیت بڑھ گئی تھی۔نگاہیں دور کہی خلاء میں جم گئی تھی۔گم صم سا انداز تھا اسکا۔

وہ بے گناہ ہے مظلوم ہے اور مظلوم کی آہ یا بد دعا بہت جلدی لگا کرتی ہے۔" وہ ایک بار پھر بولی۔ قاسم نے آنکھوں کو سختی سے میچا۔ کوئی خیال چوٹ بن کر اس کے ذہن میں اترا تھا۔ آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

میری ماں بھی بے گناہ تھی ناجیہ۔" قاسم کا لہجہ اب کی بار کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری" تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

میں تمہیں بھول جاؤں گی قاسم۔ میں اپنے دل کو سمجھالوں گی مگر اگر تم نے ایک ذمہداری" سنبھالنے کا خود سے عہد کیا ہے تو اسے ڈھنگ سے نبھاؤ۔ اس سے کیا ہوا وعدہ نبھاؤ جس سے تم نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ محبت کی ہے۔ تم شیطان کو خود پہ غالب مت آنے دو۔ نکاح ایک بہت بڑی ذمہداری ہے قاسم۔" وہ اب کی بار منت سماجت پہ اتر آئی تھی۔ قاسم نے اکتا کر آنکھیں گھمائی۔ دل اسکی ایک ہی بکواس پہ بری طرح خراب ہوا تھا۔

"میں اپنی جیت کے بہت نزدیک ہو ناجیہ۔"

غلط تم اپنی ہار کے بہت نزدیک ہو قاسم اور یہ ہار تمہیں تمہارے اصل سے ملوائے گی اور یاد رکھنا" اس وقت نہ کوئی ریم ہو گی اور نہ ہی کوئی ناجیہ۔ تنہا وہ سفر کاٹنا ہو گا تمہیں کیونکہ اب میں بھی جا رہی

ہوں تمھیں یہاں تنہا چھوڑ کر بینکاک اپنی قسمت آزمانے۔" مسلسل رونے کی بدولت اس کا لہجہ بھاری ہو رہا تھا لیکن وہ ضبط کے مراحل سے گزر کر ایک ایک لفظ کس قدر تحمل سے ادا کر رہی تھی۔ قاسم نے پہلو بدلا۔

غیروں کے کئے ظلم انسان بھلا بھی دے مگر اپنوں کے دیے گئے زخم انسان مرتے دم تک یاد رکھتا ہے۔ میری یہ بات ہمیشہ تم بھی یاد رکھنا۔ جب یہ واقعات میرے ذہن کی سلیٹ پہ نقش ہوئے تھے اس وقت میرا ذہن شفاف تھا تبھی اس چیز نے بہت گہرا اثر چھوڑا ہے میرے دماغ پہ۔" ڈھٹائی سے بولتے اس نے بھنوؤں کو سہلایا۔ وہ ابھی بھی اپنے موقف پہ قائم تھا۔ مطلب اس بھری دنیا میں ایک وہی سچا تھا باقی سب جھوٹے۔ ناجیہ نے دانت کچکچائے جیسے دانتوں تلے قاسم ہی ہو۔

اور کیا کہا تم نے۔ کہاں جا رہی ہو تم اور کس لیے۔" قاسم کی پیشانی پہ سلوٹوں کا جال بچھا۔"

مت بھولو کہ میں ایک میک اپ آرٹسٹ ہوں اور میرے جیسا آرٹسٹ عام نوعیت کا نہیں" ہوتا۔ لوگوں کے چہرے بدلنا میرا کام ہے۔ یہ بات تم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے قاسم۔ خیر مجھے بہت اچھی آفر ہوئی ہے بینکاک سے۔ جو میں اب تمہارے پیچھے لگ کر کبھی بھی کھونا نہیں چاہوں

گی۔"سپاٹ سا انداز تھا اسکا۔قاسم کئی ثانیے کچھ بول نہ پایا۔سچ ہی تو کہہ رہی تھی وہ۔اس سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا جو ہمیشہ بڑی سے بڑی مواقع کو لات مارتے ہمیشہ قاسم کیلیے حاضر رہی تھی۔اسکی جانب سے مستقل خاموشی محسوس کر اس نے ایک بار پھر بولنا شروع کیا۔

تم ظلم کر رہے ہو قاسم اور اللہ کو کسی پہ بے جا کیے جانے والا ظلم پسند نہیں آتا۔تم بھی خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔وہ ذات تم سے سب کچھ واپس لے لے گی۔"ناجیہ نے گہرا سانس بھرتے اسے آنے والے وقت سے خوفزدہ کرنا چاہا۔وہ اسے بچانا چاہتی تھی۔سنبھالنا چاہتی تھی۔وہ بنا اسکی کسی بات کا اثر لیے سر پیچھے گرائے بلند بانگ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ناجیہ کا دل اس کے ہنسنے پہ اندر تک خالی ہو گیا۔وہ انسان رہا ہی نہیں تھا۔وہ تو شیطان بن گیا تھا اور شیطان سے انسان بننے کا سفر آسان نہیں ہوتا۔خود کو مار کر دوبارہ زندہ کرنا پڑتا ہے۔کچھ واپسی کے سفر بہت کٹھن ہو جاتے ہیں۔وہ بھی یہ سوچ کر الجھے خیالات سمیت خاموشی اختیار کر گئی۔

یو نو واٹ قاسم تمہارا ضمیر مر چکا ہے۔تمہارے اندر کسی کا خوف اجاگر نہیں ہوتا۔تم خود کو سب سے اعلی سمجھتے ہو۔کسی کی دلیلوں سے بھی تم پہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔اب بس ایک گلٹ ہی ہے جو تمہیں اس سب سے باہر نکالے گا۔میں جتنا تمہیں روک سکتی تھی ٹوک سکتی تھی سب کر کے دیکھ

لیا مگر میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ انسان جھوٹ بول کر دنیا کو تو اپنا گرویدہ کر سکتا ہے مگر آخرت کو کھو دیتا ہے۔ دنیا جھوٹے لوگوں کی ہو سکتی ہے مگر اللہ نہیں۔" سر سراتے لہجے میں اس نے کہا۔ قاسم نے ناگواری سے آنکھیں گھمائی۔ قالین کو پیروں تلے روندتے وہ وارڈروب کی جانب آیا۔ اندر سے اپنا ٹراؤزر شرٹ نکالتے اس نے صوفے پہ رکھا۔

کین یو پلیز شٹ اپ ناجیہ۔ میں سخت بور ہو رہا ہے تمہارے اس ریم نامے سے۔ دوست تم میری" ہو یہ بات مت بھولو۔" اس انجان لڑکی کی فیور تم کیسے کر سکتی ہو۔ وہ فوراً ہی بد مزاج سا قاسم بن گیا تھا۔ اسے غصہ تو بہت چڑھا ہوا تھا مگر نجانے کیوں ضبط کیے رہا۔

میرے خیال میں میرا اتنا سمجھانا کافی ہے۔ اس سے کچھ بھی ایسا ویسا کرنے سے پہلے بس ایک بار یہ" یاد رکھ لینا کہ وہ اب تمہاری بیوی ہے۔ بہتر اب تم خود بھی سمجھ سکتے ہو۔

وہ لڑکی ہے موم کا ایک ڈھیر۔ تمہارا ذرا سا نرم لہجہ اسے اس ٹروما سے باہر نکال سکتا ہے۔ شوہر بنے ہو تو ڈھنگ سے بنو۔ اسے بتاؤ کہ ہر مرد برا نہیں ہوتا اور تم تو بلکل نہیں ہو۔

ظلم جس نے کیا ہے سزا بھی اسے ہی ملنی چاہیے۔ ناحق کسی بے گناہ کو اس آگ میں مت لپیٹو اور آخری بات اب ناجیہ تمہارے لیے مر چکی ہے۔ آج ابھی اور اسی وقت میں خود کو اپنے دل کو

تمہاری محبت سے آزاد کر رہی ہوں۔ میں ممی سے اس رشتے کیلیے حامی بھر رہی ہوں۔ تم اب کسی اور کے شوہر ہو اور یہ بات مجھے زیب نہیں دیتی کہ میں کسی کے شوہر کو دل میں بساؤں۔ جس ذات نے تمہارا خیال میرے دل میں ڈالا تھا مجھے امید ہے کہ تمہاری یادوں سے رہائی بھی وہی ذات دے گی مجھے۔ خیر میں شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ باہر ہی قیام کروں گی۔ تمہارے ساتھ زندگی کا جو وقت گزرا ہے اسے میں کبھی بھلا نہیں پاؤں گی قاسم۔" اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتا دوسری جانب سے لائن کٹ چکی تھی۔ ٹوں ٹوں کی آواز کے ساتھ سے ہی اس نے شدید اشتعال کے عالم میں سائیڈ ٹیبل پہ رکھے گلدان کو ٹھوکر ماری تھی۔ تنفس بری طرح بگڑا ہوا تھا۔ آنکھیں شعلے اگل رہی تھی جیسے سب کچھ بھسم کر دینا چاہتی ہو۔ وہ اس کے اس وقت کی ساتھی تھی جب وہ بلکل تنہا رہ گیا تھا۔ وہ اب اسے تنہا کیسے چھوڑ سکتی تھی۔ کپکپاتی انگلیوں سے اسکا نمبر ڈائل کرتے اس نے کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے فون آف جا رہا تھا۔ اس کا دل بے ساختہ سکڑ کر پھیلا۔ آنکھوں میں ویرانی سی اتر آئی۔ تو کیا یہ اس کے تنہا ہو جانے کی شروات تھی؟

****

ریم کا کچھ معلوم ہوا بھائی صاحب۔"روتی ہوئی مہر ماہ کی منتظر نگاہیں حاکم کی جانب اٹھی جن کا سر مسلسل نفی میں ہل رہا تھا۔اس نے پلکیں جھپکا کر انہیں دیکھا۔منظر ایک لمحے کیلیے دھندلا ہوا تھا شاید آنکھوں کی نمی بڑھی تھی۔

مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ جلد یا بدیر ایسا ہونے والا ہے۔اب دیکھو اس گھر کی بیٹیوں سے اور کیا" توقع کی جا سکتی ہے۔پہلے مہیر۔۔اب ریم اور جلد یا بدیر یہ بھی یہی سب کرے گی۔"مہر ماہ نے نگاہیں گھما کر بولنے والی شخصیت کو دیکھا۔یہ پھپھو تھیں جن کی زبان ہمیشہ کی طرح زہر اگل رہی تھی۔وہ یہ سب بولتے نجانے کیوں یہ فراموش کر جاتی تھی کہ وہ بھی ایک بیٹی کی ہی ماں ہیں۔اس نے سختی سے دانت پہ دانت جمائے۔

یہ لڑکی آخر جا کہاں سکتی ہے۔دو دن۔۔دو دنوں سے اس کا کچھ اتا پتا نہیں ہے۔جگہ جگہ ہم چھان" بین کر چکے ہیں۔پتہ کروا چکے ہیں لیکن یہ لڑکی آخر گئی کہاں۔آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔کہی یہ کوئی سازش تو نہیں ریم کی۔"ابی جان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ریم ملے اور وہ اسکی جان لے لیں۔اسے زندہ در گور کر دیں۔اس ایک لڑکی کی بدولت ان کے عزت وو قار میں کس قدر کمی واقع ہو رہی تھی۔بے ساختہ سر اٹھا کر اس نے متوحش نگاہوں سے ابی جان کے چہرے کے

تاثرات جانچے جو کسی چٹان کی مانند پتھریلے تھے۔مہرماہ کی دھڑکن ایک لمحے کیلیے جیسے تھم سی گئ تھی۔اس کا سر نفی میں ہلا۔سر اٹھا کر حاکم کو دیکھا کہ شاید وہ کچھ بولے ریم کے حق میں لیکن اس جانب سے بھی مایوسی ہی ہوئی۔اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرتے ان کی کپکپاہٹ پہ قابو پایا۔

ان کا سر گرا ہوا۔کندھے جھکے ہوئے۔۔مٹھیاں اس سختی سے بھینچی ہوئی جیسے وہ ضبط کے آخری مراحل سے گزر رہے ہو۔

پہلے اس لڑکی کی بدولت میرے مناف کو باہر بھجوادیا اور اب وہ کبیر۔اس دن کے بعد سے ایسا" بیہوش ہوا کہ اب تک ہوش ہی نہیں آیا۔اس ڈائن کا بس چلے تو ہمیں بھی سالم نگل لے۔ویسے بھی اسکی منحوسیت آہستہ آہستہ اس گھر کو تو ختم کر ہی رہی ہے۔ایک دن ہم بھی یونہی مر جائیں گے۔کاش یہ لڑکی پیدا ہوتے ساتھ ہی مر جاتی تو ہماری زندگیوں میں بھی سکون میسر آتا۔"یہ تائی جان کی آواز تھی۔مہرماہ بولنا چاہتی تھی لیکن زبان خاموش تھی۔۔لب ساکت تھے۔وہ چیخ چیخ کر ریم کی گمشدگی پہ رونا چاہتی تھی لیکن کیسے۔۔آخر کہاں تھی وہ۔ایک وہی تو تھی جسے وہ بلا جھجک اس گھر میں اپنا کہہ سکتی تھی۔

پلیز تائی جان آپ ایسے مت کہیں۔دعا کریں ریم اپیا جلد از جلد مل جائے۔مجھے یقین ہے کہ وہ" کسی مصیبت میں ہے ورنہ کبھی بھی اتنی دیر وہ گھر سے باہر نہیں رہتی۔آپ سب بھی جانتے "ہیں۔انہوں نے کبھی کسی کی بات سے اختلاف۔

بس خاموش مہرماہ۔"حاکم کی دھاڑ پہ کچھ کہتے کہتے وہ یکایک خاموش ہوگئی تھی۔دل اچھل کر حلق" میں آگیا۔اس نے خوفزدہ نگاہوں سے حاکم کو دیکھا۔ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہ اسکی جانب مڑے تھے۔ان کی تیکھی گہری آنکھوں میں غیض وغضب کا بڑھتا ہوا تاثر مہرماہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑا گیا۔قدم پیچھے کی جانب لیتے وہ صوفے سے ٹکرائی تھی۔اس سے قبل کہ وہ زمین بوس ہوتی صوفے کی ہتھی کا سہارہ لیتے اس نے خود کو گرنے سے باز رکھا۔

وہ لڑکی شروع سے ہی میری نہیں صرف بلکہ ہم سب کی نافرمان تھی۔یہ میری ہی بے جا ڈھیل" تھی جس نے ہمیں آج یہ دن دکھادیا ہے۔پورے معاشرے میں خاندان میں کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑا اس لڑکی نے۔ایک لڑکی اگر ایک رات بھی گھر سے باہر قیام کرلے تو اس پہ داغ لگ جاتا ہے۔وہ تو پھر دوراتوں سے غائب ہے اور ہمیں تو اسکا کوئی سراغ بھی نہیں ملا۔ایک بار کی کالک کافی نہیں تھی کیا جو دوسری بار بھی اس نے یہ سب کیا۔بس کبیر کا ہی معلوم ہوا ہے مگر

اسکی حالت بھی ایسی ہے کہ ہم چاہ کر بھی کچھ جان نہیں سکتے۔" وہ جارحانہ انداز میں یہاں وہاں ٹہلتے اپنے اندر اٹھتے ابال کو کم کرنے کی کوششوں میں تھے۔ مہرماہ نے ہمت مجتمع کرتے بھیگی نگاہیں حاکم کی جانب اٹھائی۔

"ڈیڈی آپ تو ریم اپیا سے بہت محبت کرتے ہیں نا۔ پلیز ان پہ یقین رکھیں۔ وہ کبھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتیں۔ یہ سب جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ وہ آپ کی بیٹی ہے ڈیڈی۔ پلیز اپنی بیٹی پہ ایک بار یقین کر کے ان سب کے منہ بند کر دیں۔ پلیز صرف ایک بار۔ آپ کی بیٹیوں کو آپ کی ضرورت ہے۔" وہ روتے روتے بول رہی تھی بکھر رہی تھی ان سب کو ریم کی پاکدامنی کا یقین دلا رہی تھی لیکن حاکم کی آنکھوں میں دیکھ نجانے کیوں مہرماہ کی گرفت ان کے بازوؤں پہ ہلکی ہوئی۔ اسمارہ اور پھپھو نے مسکراتی نگاہ کا تبادلہ کیا تھا۔ اب سارا معاملہ انہی کے ہاتھ میں تھا۔ وہ چاہے ریم کو گندا کہتی یا صاف۔ سب نے آنکھیں بند کر ان کی باتوں پہ جی حضوری کرنی تھی۔

"تم کیوں اسکی اتنی طرفداری کر رہی ہو۔ کہی تم بھی اس کی اس سازش میں شامل تو نہیں۔ بھائی صاحب میں نے آپ سے کہا تھا نا۔ یہ اس لڑکی کی ہی چال ہے کوئی۔ پہلے مناف کو دھمکیاں لگوا کر باہر بھجوا دیا۔ بھابھی کو اپنے ہی بیٹے سے دور کر دیا۔ پھر اس بیچارے کبیر کو ہسپتال پہنچا دیا اور اب

خود غائب ہے۔ صائمہ کی حالت تو دیکھیں اپنے بیٹے کے غم میں کیسی ہو گئی ہے۔ نجانے کہاں چلی گئی ہے بغیر بتائے۔ یقیناً وہ بھاگ گئی ہے بابا جان۔ اس نے تاریخ کو ایک بار پھر سے دہرا دیا ہے۔ جو کام سالوں پہلے اس گھر میں ہوا تھا۔ ایک بار پھر بلکل ویسا ہی قدم اٹھایا گیا ہے۔" حاکم کا چہرہ خطرناک حد تک سفید پڑ رہا تھا۔ ماضی کا عکس ذہن میں نمایاں ہوا تھا۔ صدمے سے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ مہرماہ نے مڑ کر بے یقینی سے پھپھو کو دیکھا تھا۔ حاکم شدید مشتعل تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گھر کی ایک ایک چیز کو تہس نہس کر دیں۔ وقت بدل گیا تھا لیکن خوف اسی انداز میں اسی راستے سے ایک بار پھر ان سے ویسے ہی آلپٹا تھا جیسے اتنے سال پہلے تھا۔ احساسات یوں ہوئے جیسے وہ اذیت ایک بار پھر اپنا آپ دہرا رہی ہو۔ وہ تلخ یادیں اتنے سال گزر جانے کے باوجود آج بھی تازہ تھیں۔

پھپھو پلیز آپ خاموش رہیں۔ آپ ماضی کی باتوں کو درمیان میں کیوں گھسیٹ رہی ہیں۔ ڈیڈی" پلیز۔ خدارا کچھ تو بولیں ہمارے حق میں بھی۔ کبھی تو کچھ بولیں۔ آپ بولیں گے تو یہاں موجود سب کی زبان بند۔" اگلے ہی لمحے منہ پہ پڑنے والے تھپڑ کی بدولت وہ لڑکھڑا کر نیچے قالین پہ جا گری۔ اپنے گال پہ ہاتھ رکھے وہ سراپا حزن بنی آنکھوں میں بے یقینی صدمہ اور حیرت لیے انہیں دیکھ کر رہ گئی جن کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ بالوں نے دونوں اطراف سے چہرے کو ڈھک

لیا تھا۔لازماً انہیں اس کا یوں چلا چلا کر بولنا بلکل اچھا نہیں لگا ہو گا۔اس کے کپکپاتے لبوں پہ سکوت ٹھہر گیا۔

تم گئی تھی نا اس کے ساتھ صبح صبح گھر سے باہر۔کہاں گئی تھی بولو جلدی۔" دانت پیس کر مٹھیاں بھینچ کر وہ دھاڑے۔وہ اپنی جگہ پتھر ہوئی بیٹھی رہ گئی۔آنکھوں سے تواتر آنسو بہہ رہے تھے۔اسمارہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کا گلہ گھونٹتے چہرہ جھکا لیا۔کہانی میں ٹوسٹ تو اب آیا تھا۔

جواب دو مجھے۔" ان کے ایک بار پھر چلانے پہ مہرماہ کے لبوں سے ہلکی سی چیخ بر آمد ہوئی۔وہ گھبرا کر پیچھے کی جانب کھسکی جس کی بدولت میز کا کونہ بری طرح اسکی پشت سے ٹکراتے اسے سسکنے پہ مجبور کر گیا۔کمر میں ایک ٹیس سی اٹھی۔

ڈیڈی ہم وہ۔" یکدم وہ کچھ بولتے بولتے رکی۔نجانے یہ بتانا درست تھا یا نہیں۔آنکھوں کو سختی سے میچتے اس نے جیسے خود کو بولنے کیلیے تیار کیا تھا۔مروان خان تو حاکم کا بزنس پارٹنر تھا تو اس لیے ان کا شک کسی بھی طرح ان پہ جا ہی نہیں سکتا تھا۔

ڈیڈی وہ ہم آپ کے بزنس پارٹنر مروان کے گھر گئے تھے۔انکی گرینی کا علاج ریم اپیا کرتی تھی" ہسپتال میں۔وہ ان سے ملنے گئی تھی لیکن آپ یقین کریں۔ان سے مل کر ہم فوراً واپس آ گئے

تھے۔ ایسا تو وہاں کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔" وہ چہرہ جھکائے روتے روتے بولی۔ ابی جان کی کشادہ پیشانی پہ شکنوں کا جال بچھا۔ حاکم کا حال تو ایسا تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ یہ حرکت مروان کی بھی تو ہو سکتی تھی۔

مطلب یہ سب مروان اور ریم کی سازش تھی۔ وہ دونوں تو آپس میں محبت کرتے تھے نا۔ ہم" لوگوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا تو وہ بھاگ گئی۔" مہرماہ ان کی بات سن ساکت رہ گئی۔ اسے اپنی سماعتیں مفلوج ہوتی محسوس ہوئی۔ مروان ریم محبت۔ اس کا سر نفی میں ہلا۔ اسے تو ایسا کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔

مطلب جو اس دن مروان نے فون پہ کہا تھا وہ سچ تھا۔" یہ ابی جان کی آواز تھی۔ مہرماہ نے چہرے" پہ ناقابل فہم تاثرات سجائے ان کی جانب دیکھا۔ وہ گرنے والے انداز میں صوفے پہ بیٹھے تھے۔ اگر وہ دونوں آپس میں محبت کرتے تھے تو اسے ایسا کچھ ظاہر کیوں نہیں ہونے دیا تھا۔ تو کیا وہ مہرماہ کے ساتھ بھی کھیل کھیل رہے تھے۔ یہ سب ان کی سوچی سمجھی سازش تھی۔ ایک ایک کرکے خوش گمانی کے تمام دیے بجھ گئے۔ ایک ایک کرکے ساری امیدیں خاک ہو گئیں۔ وہ ٹانگوں

پہ زور ڈالتے بمشکل اپنے پیروں پہ اٹھ کھڑی ہوئی حالانکہ یہ اس کیلیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔وہ الٹے قدم پیچھے ہوتی گئی یہاں تک کہ دیوار سے جالگی۔

اسی لیے بولتا تھا ان کے پر کاٹو۔یہ بیٹیاں چہروں پہ کالک مل دیتی ہیں۔بوجھ ہوتی ہے۔ذرا سی "ڈھیل کیا دے دو ہمارے سروں پہ چڑھ کر ناچنے لگتی ہیں۔"ابی جان کی آواز پہ اس کے سینے میں درد اٹھا۔ تنفس بھاری ہونے لگا۔آنسو پلکوں پہ لرز گئے۔ایکدم کچھ سوچتے اس کا ماتھا ٹھنکا۔ریم کو مروان کا ذکر بھی ہمیشہ نفرت سے کرتی تھی تو پھر ایسا تو سرے سے ہی ممکن نہیں تھا۔ہاتھ کی پشت سے بے دردی سے اپنے گالوں کو رگڑتے اس نے گہرا سانس بھرا اور خاموش نگاہوں سے لاؤنج کے ماحول کا جائزہ لیا۔

ایسی بیٹیوں کو تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہیے۔"مہرماہ کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ سچ میں اپنے باپ" کے منہ سے یہ الفاظ سن مر گئی ہو۔

آپ ایک اچھے باپ نہیں ہے ڈیڈی۔آپ بلکل بھی اچھے باپ نہیں ہیں۔"اس کے لبوں نے" دھیرے سے سرگوشی کی۔آنکھوں سے بے مول آنسو ٹوٹتے گال پہ بہ گیا۔

کاش ان کی جگہ اللہ نے مجھے بیٹوں سے نوازا ہوتا تو جگہ جگہ یوں منہ چھپا کر نہ پھرنا پڑتا۔" بمشکل قدم اٹھاتے وہ زینوں کی جانب بڑھی۔ دایاں گال ابھی بھی بری طرح جل رہا تھا۔ وہ سب اس قسم کی باتیں کر کے اسے ریم کے خلاف کر رہے تھے لیکن اسے اپنی بہن کے خلاف نہیں ہونا تھا۔ اسے ان سب کی باتوں پہ سرے سے ہی کان نہیں دھرنے تھے۔ اب بس انتظار تھا تو کبیر کے ہوش میں آنے کا۔ انہی سوچوں کے یلغار میں بہتے ریلنگ تھام کر سیڑھیاں چڑھتی مہرماہ کی سماعتیں ناچاہتے ہوئے بھی لاؤنج میں ہو رہی گفتگو کی جانب مبذول ہوئی۔ حاکم کسی سے فون پہ محو گفتگو تھے۔ چہرہ نجانے کیوں کھل اٹھا تھا۔ وہ منتظر نگاہیں انہی پہ ٹکائے وہی کھڑی رہی۔

کبیر کو ہوش آگیا ہے بابا جان۔" حاکم کی آواز مارے خوشی کے کانپ رہی تھی۔ ابی جان کے تھکے" تھکے چہرے پہ بھی زندگی سے بھرپور مسکراہٹ سج گئی۔ مہرماہ کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ ایک ڈرائیور کے ہوش میں آنے پہ کس قدر خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور اس گھر کی بڑی بیٹی اسکا کیا؟ اس کے بارے میں اتنے برے خیالات کیوں تھے ان کے۔ کیونکہ وہ ایک لڑکی تھی۔ ایک بیٹی تھی۔ جن کے گناہ مرتے دم تک یاد رکھے جاتے ہیں۔

مہرماہ کا خیال کرنا۔اب اگلا قدم اسی کا ناہو کچھ۔اب پہلی فرصت میں اسے ہی ٹھکانے لگانا ہے تا کہ" ذہن میں مزید بوجھ نہ ہو۔ویسے بھی ریم اب ملے یا نہ ملے وہ میرے لیے مر ہی چکی ہے۔"درشتی سے ان سب کو باور کرواتے وہ اس لمحے مہرماہ کو سخت بے رحم اور کٹھور لگے۔قدم بے ساختہ لڑکھڑائے۔اس سے قبل کہ وہ گرتی ریلنگ کا سہارہ لیتے اس نے خود کو گرنے سے بچایا۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے ایک بار پھر بہنے کو تیار تھے۔حاکم اور ابی جان تیزی سے باہر کی جانب بڑھے تھے۔اس نے تیزی سے صائمہ بی کو ان کے پیچھے جاتے دیکھا۔وہ اس دن سے کبیر کیلیے رو رہی تھی بلک رہی تھی لیکن یہاں کسی کو ان کی پرواہ ہی کب تھی۔اس نے گاڑی کا انجن سٹارٹ ہونے کی آواز سنی اس کے بعد وہ آواز مدھم سے مدھم تر ہوتی چلی گئی۔یقیناً تمام مرد حضرات جا چکے تھے۔گھر میں ایکدم سے سناٹا چھا گیا۔بس عورتوں کی مدھم سرگوشیوں کی آواز لاؤنج کی فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

آج تو خوب تماشہ ہو گیا بھابھی۔ریم نے تو میرا کام خود ہی آسان کر دیا۔اس دن کیسے میری" تذلیل پہ خوش ہو رہی تھی۔بہتر ہے کہ جہاں ہے وہی مر جائے تا کہ میں بھی اپنے بیٹے کو واپس بلانے والی بنوں۔"مہرماہ کا دل تڑپ اٹھا۔وہ اتنی سنگدل کیسے ہو سکتی تھی کہ اس گھر کی بیٹی کو مرنے کی بد دعا دیتی۔پھپھو کا لہجہ اپنی اولاد کیلیے ممتا سے بھرپور تھا۔ایک نفرت میں ڈوبی نگاہ ان سب کے

مسکراتے چہروں پہ ڈالتے وہ کمرے میں چلی آئی۔اسے سب سے پہلے مروان کو اس متعلق آگاہ کرنا تھا تاکہ وہ آنے والے حالات کیلیے خود کو تیار رکھتا لیکن ایک بات تو اسے اچھے سے ازبر تھی کہ اس سارے معاملے میں ریم اور مروان دونوں ہی بے قصور تھے۔

بمشکل قدم اٹھاتے وہ کمرے میں چلی آئی۔اپنے قدموں کو گھسیٹتے وہ چھت پہ لگے فانوس کے عین نیچے قالین پہ بیٹھ گئی۔ذرا سا کھسک کر سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا تو سنسان پڑا تھا۔اپنی انگلیوں کی کپکپاہٹ پہ قابو پاتے اس نے مروان کا نمبر ڈائل کیا اور فون کان سے لگایا۔دوسری جانب بیل جا رہی تھی لیکن کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

ایسی بیٹیوں کو تو زندہ ہوتے ساتھ ہی مر جانا چاہیے۔شور اب بھی اسکی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔اپنے گلے پہ لٹکتے ڈوپٹے کو کھینچ کر زمین پہ پھینکتے وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپا گئی۔

"کہاں ہیں آپ اپیا۔دیکھیں آپ نہیں تھیں تو ڈیڈی نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا۔مجھے مارا ہے انہوں نے اتنے لوگوں کی موجودگی میں۔آپ ہوتی تو اس ہاتھ کو اٹھنے سے قبل ہی روک لیتی۔رہ رہ کر اسے حاکم کا خود پہ ہاتھ اٹھانا یاد آ رہا تھا۔" خاموش ماحول میں اسکی مدھم سسکیاں گونجنے لگی۔

مجھے آپ پہ یقین ہے اپیا۔ خود سے بھی زیادہ یقین ہے مجھے آپ پہ۔ مہرماہ کبھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔" پلکوں کی دیواروں میں شگاف ڈالتے چند آنسو اس کے گالوں پہ لڑھک آئے۔ کھڑکیوں سے سرد ہوائیں سرسرا کر گزری تھی۔

میں اتنی سی دیر میں تھک گئی اور آپ۔ آپ نے تو نجانے کتنے عرصے سے یہ سب سہا ہے" اپیا۔ میں جانتی ہوں یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ میری اپیا کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتی۔ یہ سب مجھے آپ سے دور کرنے کی سازش کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ سب کر کے وہ مجھے آپ کے مزید نزدیک کرتے جا رہے ہیں۔" حلق میں ابھرتی گلٹی کو بمشکل نیچے اتارے مہرماہ نے گھٹنوں میں سر رکھ دیا۔ اسے اب بس ریم کی واپسی کا انتظار تھا۔

****

کچھ دیر کیلیے ناجیہ کو اپنے ذہن سے نکالتے وہ پر سکون ہونے کی کوششوں میں تھا۔ کپڑے بدل کر وہ اٹیچڈ باتھ روم سے باہر آ گیا تھا۔ سیاہ رنگ پہ سفید رنگ کی ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ پہنے وہ اپنے عام سے حلیے میں بھی جاذب دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے کی لائٹس آف کرتے اس نے ایک واحد لائٹ چلا دی۔ اب صرف نیلگوں بلب ہی تھا جو اندھیرے میں مدھم سی روشنی کا تاثر دے رہا تھا۔ لیپ

ٹاپ کا چارجر اتارتے اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور لیپ ٹاپ لیتے کمرے کا دروازہ کھولتے وہ لمبی راہداری طے کرتے سیدھا اس کمرے کی جانب آیا جہاں اس نے ریم کو رکھا ہوا تھا۔اس سے قبل کہ وہ دروازہ کھولتا ایکدم ملازمہ کی آمد کے ساتھ اسکی توجہ اس کمرے سے ہٹتے اس بوڑھی ملازمہ کی جانب مبذول ہوئی جو پریشانی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔ان کا یوں ہانپتا قاسم نے شدت سے محسوس کیا۔

کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ۔"بے پروائی سے جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ مکمل طور پہ اس کی" جانب متوجہ تھا۔اس نے حلق تر کیا۔

صاحب آپ کے کہے کے مطابق میں نے انہیں کھانا نہیں دیا تھا لیکن پھر کل کا پورا دن انہوں نے" دروازہ ہی نہیں کھولا۔میں باہر سے کیا ہی کھولتی دروازہ تو اندر سے بری طرح بند تھا۔آپ بھی کل تاخیر سے لوٹے تھے تو جب آپ آئے۔اس وقت میں سو چکی تھی۔صبح جب آپ کے حکم پہ میں انہیں ناشتہ دینے گئی تو اس وقت بھی دروازہ بند ہی تھا۔نجانے وہ اندر کس حال میں ہیں لیکن ہاں اندر سے مسلسل ٹھک ٹھک کی آوازیں آرہی ہیں شاید انہوں نے خود کو اندر تک محدود کر لیا ہے۔"ملازمہ کی بات پہ قاسم کا دماغ بھک سے اڑا۔وہ اس لڑکی کی جرأت پہ شاکڈ رہ گیا۔اسی کے

گھر میں قیدی بن کر آئی تھی وہ۔ پھر تیور کس خوشی میں دکھا رہی تھی۔ کیا وہ اسے کنٹرول کرنا چاہتی تھی۔ قاسم نے شدید غصے کے عالم میں دروازہ دھڑ دھڑایا لیکن دوسری جانب سے ہنوز خاموشی تھی۔ یہ لڑکی آخر چاہتی کیا تھی۔ اب وہ اسی ملازمہ پہ برس رہا تھا۔ دروازے کے پار کھڑی ریم نے اسکی اونچی اونچی آواز سنی تھی۔ لبوں پہ ایک دل جلانے والی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنے مقصد میں وہ کامیاب ٹھہری تھی۔ ریم جعفری اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھی۔ اسکی آنکھیں پوری رات رونے کی بدولت بری طرح جل رہی تھی لیکن اس نے بھی سوچ لیا تھا کہ اگر وہ ہمت ہار گئی تو مقابل شخص اسکی جان نکالنے کی بھی سکت رکھتا ہے۔ اسے آج کسی بھی صورت کمزور نہیں پڑنا تھا۔ اپنے الجھے شہد رنگ بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے اس کا دل آنے والے لمحات کا سوچتے بری طرح ڈرا ہوا تھا۔ دو پوری راتیں گھر سے باہر گزارنے کا مطلب ایک لڑکی کیلیے کیا ہوا کرتا ہے اس بات سے وہ بخوبی واقف تھی۔ یہی سب سوچ کر اسکا دل پھٹ رہا تھا۔ یہ اس شخص کی دنیا تھی وہ کچھ بھی کرنے کی سکت رکھتا تھا۔ دو دنوں سے مسلسل بھوکا رہنے کی وجہ سے اب جسم میں جان بھی باقی نہیں رہی تھی۔ آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ چہرے کی رنگت میں زردیاں گھلی ہوئی تھی۔ دروازہ ایک بار پھر بری طرح دھڑ دھڑایا گیا تھا۔ اس نے ایک نظر خود کو دیوار میں لگے آئینے میں دیکھا۔ اس دو دن پرانے لباس میں خود کو دیکھ اسے سخت الجھن ہوئی۔ شدت سے

دھڑکتے دل اور پھولے تنفس کے ساتھ وہ دبے قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ کھٹ پٹ کی آواز کے ساتھ اسے اندازہ ہوا کہ دوسری جانب سے چابی سے دروازہ کھولا جارہا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اللہ کا نام لیتے بیڈ پہ سمٹ کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد ہی دروازہ کھل گیا تھا۔ اب وہ اس کے مقابل کھڑا تھا۔ ریم کی آنکھیں ناچاہتے ہوئے بھی خوف کے مارے پھیل گئی۔ اس کے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ رگیں تنی ہوئی۔۔ جبڑے بھینچے ہوئے اور آنکھوں میں تو جیسے خون اترا ہوا تھا۔ داہنے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا موجود تھا جس سے دروازہ کھول کر وہ اندر آیا تھا۔

بہت خوب یعنی دماغ ابھی تک ٹھکانے پہ نہیں آیا تمہارا۔" تمسخرانہ نگاہیں اسکی جانب اٹھی جواب" اپنے شہد رنگ بالوں کو سمیٹ کر دائیں شانے پہ ڈال رہی تھی۔ چہرہ ستا ہوا تھا۔ بے خوابی کا شکار سرخ متورم آنکھوں میں نمی ٹھہری تھی۔ فرش پہ قدم اٹھاتے اس نے نگاہیں چرائی لیکن اگلے ہی پل اسے تھمنا پڑا کیونکہ وہ اسی کی جانب قدم اٹھا رہا تھا۔ ریم نے سختی سے مٹھیوں کو بھینچتے ناگواری سے اسے دیکھا۔ اسے اسکی آواز سن کوفت ہوئی تھی۔ اس شخص نے اسے بتایا تھا کہ اصل قید ہوتی کیا ہے۔ اس کمرے میں قید ہوتے نہ اسے وقت کا کوئی اندازہ تھا اور نہ ہی دن رات کا۔ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مُردوں والی زندگی جی رہی تھی۔ وہ ہمت ہار رہی تھی۔ وہ مر رہی تھی ختم ہو رہی تھی۔ سر جھٹکتے اس نے خود کو مضبوط کیا۔ دل میں ہمت بندھائی۔

دروازہ نہ کھول کر کیا ثابت کرنا چاہ رہی تھی تم۔" وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ قاسم شعلہ بار نگاہیں اسی پہ جمائے کھڑا تھا۔ ریم اس کی بات سنی ان سنی کرتے آئینے کے سامنے کھڑی لاپرواہی سے اپنے ڈوپٹے کو شانے پہ درست کرنے لگی۔

یہی کہ میں ریم جعفری ہوں کسی بھول میں مت رہنا۔" انگلی اٹھا کر اس نے قاسم کی بات درشتی سے کاٹ دی تھی۔

مٹھیاں سختی سے بھینچے لب باہم پیوست کیے وہ برداشت کے آخری دہانے پہ کھڑا تھا۔ ریم اسکی آنکھوں میں اشتعال دیکھ دل کھول کر ہنسی۔

یہ کیا بدتمیزی ہے۔" اس کے ہنسنے پہ قاسم کا پور پور سلگ اٹھا۔ سانپ کی طرح پھنکار کر قاسم نے پوچھا تھا۔ ریم ہنوز مسکراتی رہی۔ اسے چڑاتی رہی۔ اسے زچ کر کے دل کو ایک الگ ہی سکون مل رہا تھا۔ اس کے مسکرانے پہ وہ بپھر رہا تھا اور اسکا بپھرنا ہی ریم کے جلتے دل پہ پھوار بن کر برس رہا تھا۔

یہ بدتمیزی تم ڈیزرو کرتے ہو گھٹیا کڈنیپر۔" مضبوط قدم اٹھاتے وہ اس کے نزدیک آئی اور اس کے سینے پہ انگلی مارتے ترشی سے گویا ہوئی۔ ہیزل آنکھوں میں ایک مخصوص چمک رقصاں تھی۔ قاسم کی آنکھوں میں تحیر کے بادباں کھلے۔ اس نے تو اسے ایسا کوئی موقع فراہم نہیں کیا تھا کہ

وہ یوں اس کے مقابل کھڑی ہو کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس لہجے میں بات کرنے کی ہمت کر سکے تو پھر یہ مضبوطی یہ سکون اسے کہاں سے حاصل ہوا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی کو اس سے گھبرانا چاہیے تھا مگر وہ بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ قاسم کو اس کے لبوں کا تبسم اپنا مذاق اڑاتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اسے تھپڑ لگا دے۔ کئی ثانیے وہ اسے گھورتا رہا مگر پھر کچھ سوچتے اگلے ہی پل وہ مسکرایا۔ اسکی آنکھیں مسکرائی۔ وہ دل کھول کر ہنسا۔ ریم کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ وہ مٹھیاں بھینچے سرد نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

تم مجھے غنڈا ہی کہا کرو۔ کافی اچھا لگتا ہے تمہارے منہ سے۔" وہ مزے سے بولا۔ لبوں پہ تبسم" بکھرا تھا۔ آنکھوں میں شرارت۔ ریم کا دل دھک سے رہ گیا۔ آنکھوں میں ناگواری کے ساتھ ساتھ سختی اتر آئی۔

دو دنوں میں ہی کافی کمزور ہو گئی ہو ویسے تم۔ لگتا ہے کھانا نہیں ملنے کے ساتھ ساتھ تم نے اس" نکاح کے بابت بھی بہت سوچا ہے۔ اچھی بات ہے انسان کو اپنا برا وقت کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ میں بھی نہیں بھول پاتا۔" ریم نے بے ساختہ سر اٹھایا۔ وہ اس کے سامنے ہی رکھے صوفے پہ ٹانگ پہ

ٹانگ چڑھائے شاہانہ انداز میں بیٹھا تھا۔اس نے بمشکل خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے۔ قاسم نے کاٹ دار نگاہیں اسکی جانب اٹھائی جو خالی خالی نگاہوں سے فرش کو تک رہی تھی۔

بیٹھو ذرا میرے پاس۔کچھ باتیں تم کرو۔کچھ میں کرتا ہوں۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کی بابت" جاننے کا پورا حق ہوتا ہے۔"اس نے میاں بیوی پہ زور دیتے جتایا۔گہری اندر تک اتر جانے والی نگاہیں ریم کے وجود پہ گری تھی۔ انگوٹھے سے اپنی داڑھی کو سہلاتے وہ اپنی بائیں ٹانگ مسلسل ہلا رہا تھا۔ملازمہ نے اس دوران اس کے سامنے کھانے کی ٹرے لا کر رکھی تھی۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ریم نے آنکھوں میں ابھرتی نمی کو بمشکل اندر اتارتے نگاہیں چرائی۔وہ کسی بھی طرح یہاں سے بھاگنا چاہتی تھی۔ فرار چاہتی تھی مگر یہ کیسے ممکن تھا۔کیسے وہ یہاں سے اسکی قید سے نکل سکتی تھی۔ غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں جمائے وہ کچھ کھوئی کھوئی سی تھی۔ قاسم کی زیرک نگاہیں اسی پہ جمی تھی۔وہ انسان ہو کر ساکت تھی۔اس پر کسی پتھر کی مورت کا گمان ہو رہا تھا۔یکلخت اس نے شانے جھٹکے۔وہ بھلا کیوں اسے سوچنے لگا۔

یہ ڈرامے بازیاں بند کرو کیونکہ یہاں سے تو کبھی باہر نہیں جاسکتی تم۔ جتنی جلدی ہو سکے اس" زبردستی کے نکاح کو قبول کرلو۔"اس نے شدید غصے کے عالم میں اس پہ واضح کیا تھا۔ ریم کے لبوں پر قفل تھا۔ سر ہنوز جھکا ہوا تھا۔ کیا وہ جان بوجھ کر اسکی توجہ حاصل کرنے کی کوششوں میں تھی۔

مجھے اس قفس سے رہائی دے دو قاسم۔ میں تھک گئی ہوں۔"چند ساعتوں بعد وہ بولی تو اس کا لہجہ " بھیگا ہوا تھا انداز میں تڑپ تھی التجاء تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ اب وہ اسکی منت سماجت نہیں کرے گی مگر کب تک۔۔ آخر کب تک وہ اسی طرح زندگی بیتا سکتی تھی۔ اسکی زندگی یہ تو نہ تھی۔ اب تک تو گھر والے اسے مرا ہوا بھی تسلیم کر چکے ہونگے۔ کون اسکا منتظر ہو گا جعفری ہاؤس میں۔ وہ باہر جانا چاہتی تھی۔ کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی تھی۔ اس کمرے میں تو چاروں اطراف بس تاریکی اور خاموشی تھی۔

اگر تمہیں آزاد کرنا ہوتا تو اپناتا ہی کیوں۔"بھاری گھمبیر آواز۔۔ پتھریلا سخت لہجہ۔ ریم کے " ہاتھوں کی گرفت اپنے ڈوپٹے پہ مضبوط ہوئی۔ حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔

ویسے بھی اتنی جلدی کیسے آزاد کر دوں۔ ابھی تو تمہاری سزا شروع ہوئی ہے۔ تمہاری بدولت" تمہارے ڈیڈی کے چہرے پہ جو شرمندگی اور کالک دیکھنے کو ملنی ہے تھوڑا سکون اس کا بھی تو چاہیے

نا۔ان کی تڑپ دیکھنی ہے مجھے جب ان کی جان سے عزیز بیٹی ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو وہ کیسا محسوس کرتے ہیں۔بہت آسان پلین ہے میرا۔زیادہ محنت کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔دیکھو تمہارے اس طرح اچانک غائب ہو جانے پہ سب سمجھیں گے کہ تم گھر سے بھاگی ہو اور جانتی ہو پھر کیاہو گا میری حسرت پوری ہو جائے گی کیونکہ یہی تو چاہتا ہوں میں۔"ایک ایک لفظ نفرت سے ادا کرتے ہوئے وہ اسکی ذات کے مسلسل پرخچے اڑا رہا تھا۔ریم نے ہیزل آنکھوں میں ویرانی لیے اسے دیکھا۔آنکھوں میں دھند اترنے لگی تھی۔وہ کہنا چاہتی تھی کہ انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن کس منہ سے۔وہ کسی بھی حال میں اپنی کمزوری قاسم پہ واضح نہیں کرنا چاہتی تھی ورنہ وہ مزید پھیلتا۔

مجھ سے نکاح کر کے تم اپنا بدلہ لے چکے ہو۔اب مجھے آزاد کر دو۔"لڑکھڑاتے قدموں سے چلتے وہ" اس کے نزدیک آئی اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہچکیوں سے رو دی۔اس کی سسکیوں کی آواز قاسم کی سماعتوں میں ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔اس کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔اسے تو اس کے رونے پہ خوش ہونا چاہیے۔اسکے کمزور پڑنے پہ ہنسنا چاہیے تھا تو پھر یہ عجیب سی بے کلی کیوں تھی دل میں۔کیا سامنے بیٹھی لڑکی کا رونا اسے کمزور کر رہا تھا۔اس نے سر دائیں بائیں ہلاتے اپنے ہی خیال کی نفی کی۔

نکاح تو ایک سنت تھی۔ بدلے کی کہانی تو اب شروع ہو گی میری جان۔ دو دن میں ہی تھک "
گئی۔ ابھی نجانے کتنے امتحان باقی ہیں۔" ٹھوڑی کی مدد سے اسکا چہرہ اونچا کرتے وہ اسکی ہیزل
آنکھوں میں اپنی آنکھوں کا فوکس لیتے پھنکارا۔۔ لہجے میں شعلوں کی لپک تھی۔ ٹھوڑی پہ اسکے ہاتھ
کی گرفت مضبوط ہوئی۔ ریم کے لبوں سے ایک سسکی نکلی۔ قاسم نے بغور اسکے چہرے پہ اترتی
تھکن کو دیکھا۔ گرفت اسکے چہرے پہ خود بخود ہلکی ہوتی چلی گئی۔ وہ لڑکی جو اس کے سامنے مضبوط
ہونے کا دعوی کر رہی تھی وہ اسکا ظاہر تھا۔

کچھ لوگ بظاہر تو مضبوط ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر کی تھکن کا کیا جو اس جعلی مضبوطی تلے دب
جاتی ہے۔ قاسم کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔ بازو سے پکڑ کر خاصے جارحانہ انداز میں اسے راستے
سے ہٹایا۔ اہانت کے احساس سے ریم کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ جبڑے بری طرح بھینچے ہوئے
تھے۔ کپکپاتی انگلیوں سے چہرے پہ جھولنے والی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ سرعت سے
اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اتنی کمزور تو کبھی نہیں تھی تو پھر کیوں۔۔ کیوں اس کے سامنے
گڑگڑا رہی تھی۔ بلک رہی تھی اور وہ سفاک بنا بیٹھا تھا۔

وقت کیا ہوا ہے۔" عجیب ٹھہرا ہوا انداز تھا اسکا۔ شاید وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ "

فکر مت کرو۔ ابھی تمہارے مرنے کا وقت نہیں آیا خیر کھانا کھاؤ گی۔ پرسوں رات سے کچھ نہیں" کھایا تم نے۔ اب اتنا بھی ظالم نہیں ہوں میں۔" وہ مزے سے پاستہ کھاتے اسے صلح مار رہا تھا۔ ریم نے ذرا سا ٹھہر کر اسے دیکھا وہ رغبت سے کھا رہا تھا۔ اسکی نگاہوں کا ارتکاز خود پہ محسوس کر وہ بھی کھانے سے ہاتھ روکے اسے دیکھنے لگا۔

قیسے کیا دیکھ رہی ہو۔ حیرت ہو رہی ہے تمہیں۔ اتنا برا نہیں ہوں میں۔ بس کھانا ہی تو نہیں دے" رہا تمہیں۔ ویسے جعفری ہاؤس سے تو کم ہی اذیت دے رہا ہوں میں تمہیں ہے نا۔" کھانے سے ہاتھ روکتے وہ نہایت فرصت سے اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔ وہ کیا اب اسے اسکی پچھلی زندگی کا طعنہ دے گا۔ ریم کو اپنے پیٹ میں گرہ سی لگتی محسوس ہوئی۔ وہ اسکی ذات کی دھجیاں بکھیرتے تمسخرانہ نگاہوں سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

مجھے گھر واپس جانا ہے۔" چہرہ جھکائے وہ اسکے جواب میں بولی بھی تو کیا۔ قاسم جی بھر کر بدمزہ" ہوا۔ وہ کیا چھوٹے بچے کی طرح مسلسل ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔ مطلب مرغے کی وہی ٹانگ۔

ایسی باتیں مت کیا کرو۔ مجھے بہت جلدی غصہ آجاتا ہے اور میں تم پہ غصہ نہیں کرنا چاہتا۔ تمہیں" اب اپنے شوہر کے مزاج کو سمجھنا چاہیے۔ جب میں تم پہ غصہ کروں گا تو تمہاری آنکھ میں آنسو

آئیں گے اور پھر جب تمہاری آنکھ میں آنسو آئیں گے تو میرا دل برا ہو گا جو مجھے کسی صورت برداشت نہیں ہے کیونکہ مجھے ان آنسوؤں سے سخت چڑ ہے۔"ریم نے اسکی سرخ پڑتی آنکھوں میں دیکھا جس میں غصہ تیر رہا تھا۔اس نے انگلی اٹھا کر ایک لمحے کیلیے متنبہ کی اور پھر کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا۔ کھانے کی اشتہا آمیز مہک نے ریم کے اعصابوں پہ برا اثر ڈالا تھا۔دو دن سے بھوکی پیاسی وہ اب مر جانے کو تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے کچلتی وہ ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میں تمہارے ساتھ فلحال برا نہیں بننا چاہتا تو پلیز تم بھی مجھے مجبور مت کرو۔ کومپرومائز کرلو" میرے ساتھ۔مجھے شوہر تسلیم کرلو۔زندگی سہل ہو جائے گی لیکن اگر تم مجھے تنگ کرو گی تو میں تمہیں اس سے کئی گناہ زیادہ تنگ کروں گا۔"کانٹے کی مدد سے پاستہ منہ میں ڈالتے وہ نرمی سے اسے سمجھا بھی رہا تھا اور ریم وہ جیسے اسکی سائیکی سمجھنے کی کوششوں میں تھی۔وہ اسے کڈنیپ کرکے۔اسے حبسِ بے جا میں رکھ کر۔۔اسکی زندگی تباہ برباد کرکے۔۔چاہتا تھا کہ ریم اسے اپنا شوہر تسلیم کرلے۔

کھالو کیوں جنازہ اٹھوانا چاہتی ہو اپنا۔" اسے مسلسل خود کو گھورتا دیکھ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ریم بنا" پلک جھپکائے اسے دیکھتی رہی۔ ایک بار پھر پلکیں نہ جھپکی۔ اس لمحے سامنے بیٹھے شخص سے اسے دنیا میں سب سے زیادہ نفرت محسوس ہوئی تھی۔

اتنا کچھ میرے بارے میں جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ میری بدولت آج تک بس جنازے" اٹھے ہی ہیں۔ اتنے لوگوں کی بددعاؤں کی باوجود بس ایک میرا جنازہ نہیں اٹھا۔" ایک مدھم سی مسکان اس کے سختی سے بھینچے لبوں کو نرم کر گئی۔ پھر وہ ہنس دی۔ یونہی

اچانک۔۔ بلاوجہ۔۔۔بے سبب۔۔ وہ کھانا پینا بھولتے فرصت سے اسے دیکھے گیا۔ وہ ہنستے ہوئے اسے اچھی لگ رہی تھی لیکن وہ اسے آخر کیوں دیکھ رہا تھا۔ وہ تو اسکی دشمن تھی نا۔ اگلے ہی لمحے اس نے دل ہی دل میں خود کو لعن طعن کرتے سر جھٹکا۔ ریم کے تو سر پہ لگی تلووں پہ بجھی۔ وہ اسے ڈھنگ سے سب بتا تا کیوں نہیں تھا۔

تم کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ ایسا۔ مجھے سب جاننا ہے۔ ایک ایک بات۔" وہ تمام لحاظ بالائے" طاق رکھتے غرائی۔ ریم نے سر اٹھایا تو نگاہیں سامنے بیٹھے قاسم سے جا ٹکرائی مگر صرف ایک لمحے کیلیے۔ اگلے ہی پل وہ نگاہیں پھیر گئی۔ اس گھٹیا شخص کی آنکھوں میں بھی وہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

بتایا تو تمہارے باپ کا بے بس اور لاچار چہرہ دیکھنے کی خاطر۔" وہ سرد مہری سے ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔ آنکھوں میں فقط ایک ہی تاثر تھا نفرت کا۔ ماتھے کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھی۔

تمہیں اگر ڈیڈی سے بدلہ لینا تھا تو مجھ سے شادی کیوں کی۔" وہ چیخی۔ چیخ چیخ کر بولنے کی بدولت" گلے میں خراشیں سی پڑنے لگی تھی لیکن سامنے بیٹھے شخص پہ کوئی خاص فرق نہ پڑا تھا۔ انٹر کام کی مدد سے ملازمہ کو بلاتے اس نے کھانے کی ٹرے اسے تھمائی اور ایک زچ کر دینے والی مسکراہٹ ریم کی جانب اچھالی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں اپنے دکھتے سر کو تھامتے دائیں بائیں ٹہلنے لگی۔ قاسم اس دوران سنجیدگی سے اسکی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔

ٹھیک ہے تم نے بدلہ لینا تھا ڈیڈی سے۔ تم نے میری صورت میں لے لیا۔ مجھے دو دن۔ دو دن" گھر سے غائب رکھا۔ مجھے قبول ہے لیکن پلیز تم اب مجھے طلاق دے دو۔ مجھے آزاد کر دو۔ یہ فقط زبردستی کا ایک رشتہ ہے۔ کوئی دلی وابستگی نہیں ہے نا اس میں۔ ابھی محبت نہیں تھی دشمنی تھی پھر بھی اتنے سال سٹاک کیا مجھے تم نے کیوں۔ ایک تمہاری بدولت لوگوں نے مجھے پاگل ٹھہرا دیا ہے۔" لمحہ بھر کو رک کر اس نے دھیرے سے یہ الفاظ اپنے لبوں سے ادا کیے اور تائیدی نگاہ قاسم

کی جانب اٹھائی مگر اس کے چہرے کے تنے تنے تاثرات دیکھ وہ حلق تر کر گئی۔ سختی سے دانت پہ دانت جمائے وہ قہر برساتی نگاہوں سے اسے ہی گھورنے کا فریضہ سرانجام دے رہا تھا۔

"چاہے تم میری محبت نہیں تھی لیکن تم میرے نکاح میں تھی اور اپنی بیوی کو سٹاک کرنا میرے نزدیک برا فعل نہیں اور جب تم میرے نکاح میں تھی مطلب مرتے دم تک میری ہی رہو گی۔ اس لیے بار بار طلاق کا لفظ اپنی زبان پہ لا کر مجھے زچ مت کرو کیونکہ ایسا نہیں ہونے والا۔" انتہائی مشتعل انداز میں اس کا بازو سختی سے اپنی گرفت میں لیتے اس نے جھٹکا دیا۔ اس کے یوں غیر متوقع انداز میں چھونے پہ ریم کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے کسمسا کر اپنا بازو اسکی جارحانہ گرفت سے آزاد کروانا چاہا لیکن مقابل کی گرفت قابلِ ستائش تھی۔

"اگر تم نے دوبارہ یہاں سے جانے کی بات کی تو سوچ لو سیدھا اپنے پیارے ڈیڈی کے جنازے میں ہی شرکت کرو گی۔" خوف سے زرد پڑتے ریم نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ آنکھیں آخری حد تک پھیلی ہوئی تھی۔ دل آنے والے لمحات کا سوچتے بے تحاشہ ڈرا ہوا تھا۔

"تم قانون کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لے سکتے۔" اس نے سختی سے اسکی بات کی نفی کی۔ قاسم نے ہنستے ہوئے اپنے بالوں کو سنوارا۔

قانون کو درمیان میں لا کون رہا ہے بی بی۔ یہاں آج فیصلہ بھی میں ہی سناؤں گا اور سزا بھی میں ہی منتخب کروں گا۔" اچانک ہی اس کا لہجہ بدل گیا۔ انداز بدل گیا۔ وہ ایک بار پھر وہی اکھڑ اور بددماغ قاسم میں تبدیل ہو چکا تھا۔ کچھ دیر قبل والی نرمی اب اس کے چہرے سے غائب تھی۔ ریم کو اس سے خوف آیا۔ نجانے اس کا اگلا قدم کیا ہونے والا تھا۔ ریم کو اسے روکنا تھا اور اس چیز کیلیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔

اپنے ڈیڈی کیلیے اتنی اذیت تو میری قید میں تم کاٹ ہی سکتی ہو۔" قاسم نے بھنویں سکیڑی۔ ریم" نے کچھ بے بسی اور کچھ جھنجھلاہٹ کے عالم میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کیا اور سرینڈر کرنے والے انداز میں سر جھکا دیا۔ یہاں بات اب حاکم کی زندگی کی آگئی تھی۔

جانتی ہو یہ اتنی اذیت بھی میں تمہیں نہ دیتا مگر تم نے جو اس ڈرائیور سے محبت کرنے کا گناہ کیا ہے" نا۔ یہ مجھے پاگل کر رہا ہے۔ میں جب جب یہ سوچتا ہوں میرا خون جوش مارتا ہے لیکن پھر بھی جعفری ہاؤس سے زیادہ اذیت نہیں دوں گا میں تمہیں۔" ڈرائیور لفظ پہ ایک بار پھر ریم کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔ نجانے وہ کیسا ہو گا کس حال میں ہو گا۔ کیا وہ بھی سب کی طرح اسے ہی غلط گردان رہا ہو گا۔ سوچوں کا رخ ایک بار پھر کبیر کی جانب چلا گیا تھا۔ اسکی یاد اس ٹھٹھرتی سردی میں اس

جھونکے کی مانند تھی جو گرمائش کا احساس بخشتا ہے۔اس کی زندگی میں چاہے جتنے بھی مرد آجاتے۔کبیر جاہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا تھا۔وہ خاص تھا بے تحاشہ خاص۔لیکن اسے واپس قاسم کی جانب اپنی توجہ مبذول کروانی تھی کیونکہ فلحال یہی اسکا اصل تھا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو اتنی اذیت تو میں برداشت کر ہی سکتی ہوں۔جانتے ہو میں نے منحوس کا لفظ" اپنے لیے اس وقت سے سنا تھا جب میں اس کے مطلب سے بھی ناواقف تھی۔تم کہتے ہو تم سمجھ سکتے ہو میرے دکھوں کو۔تم میری اذیتوں سے واقف ہو۔کیسے؟ تمہیں کچھ خبر نہیں ہے۔تم نے مجھے مزید ایک جہنم میں دھکیل دیا ہے۔تمہارا کہنا ہے کہ ہمارا نکاح ہوا ہے مگر کب کیسے اور "کیوں۔تم میری اذیتوں سے کبھی بھی واقف نہیں ہوسکتے۔

جو ہوا ہے تمہارے ہوش و حواس میں ہی ہوا ہے۔یاد کرو ڈیئر۔ورنہ قاسم کوئی کام بغیر ثبوت کے" نہیں کرتا۔:ریم نے نفرت میں ڈوبی نگاہ اس پہ ڈالی۔وہ جا کر بیڈ پہ پھیل کر بیٹھ گیا اور آنکھ کے اشارے سے اسے اپنے نزدیک بیٹھنے کا کہا۔ریم اس کے اشاروں کو دیکھا ان دیکھا کرتے ہٹ دھرمی سے وہی کھڑی رہی۔

چلواب تم مجھے بتاؤ کہ تم مجھے ناپسند کیوں کرتی ہوں۔ہمارا نکاح چاہے جن بھی حالات میں ہوا" ہو۔ تمہیں یاد ہو یا نہ ہو مگر ایک بات ہے میں نے تمہیں جعفری ہاؤس سے آزادی دلوائی ہے۔" دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھتے وہ اس پہ اپنی برتری ظاہر کر رہا تھا۔ نگاہوں کا فوکس اسکا سرخ پڑتا چہرہ تھا۔ جوتوں سمیت بیڈ پہ لیٹتے وہ سیٹی بجاتے مسلسل اپنی ٹانگوں کو ہلا رہا تھا۔

میں تمہیں ناپسند نہیں کرتی بلکہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔"ریم نے لب بھینچ کر مٹھیاں بند" کرتے اسے دیکھا اور واضح کرنے والے انداز میں بولی۔ اگلے ہی پل قاسم کی آنکھوں میں شعلوں کی لپک دیکھ اسے اندازہ ہوا کہ وہ اس کے خراب موڈ کر ٹریگر دبا چکی ہے۔

تمہاری نفرت ہو یا محبت حقدار تو صرف میں ہی ہوں اس بات کا سکون ہے۔"ریم جو وہاں سے" پلٹنے کا ارادہ رکھتی تھی اس نے تھم کر اسے دیکھا۔

خاموشی سے آکر میرے سامنے بیٹھ جاؤ ورنہ پھر جو میں کروں گا تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔"ترشی" سے بولتے وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ ریم کے مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔ کچھ سامنے بیٹھے شخص کی دہشت تھی کہ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے خاموشی سے اس کے مقابل آکر بیٹھ گئی۔ اگلے ہی پل نجانے کیا سوچ کر وہ کرسی کھینچ کر عین اس کے مقابل بیٹھا

تھا۔دونوں کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا۔سیاہ آنکھیں اس کے چہرے کے ایک ایک نقوش کو بغور دیکھ رہی تھی۔پڑھ رہی تھی۔ریم نے پلکوں کی جھالر اٹھاتے اسے دیکھا قاسم کی گہری نگاہیں اسی پہ جمی تھی۔وہ گڑبڑا کر نگاہیں پھیر گئی۔اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا کہ ریم کے وجود کا سارا خون چہرے پہ سمٹ آیا۔وہ بے چینی سے اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی کو گھمانے لگی۔ قاسم چہرہ جھکائے دھیرے سے مسکرایا۔ نجانے کیوں وہ دل سے مسکرایا تھا۔سامنے بیٹھی لڑکی اگر اسکے دشمن کی بیٹی نہ ہوتی تو کچھ کچھ اچھی تھی۔

اپنی بربادی کی کہانی سننا چاہتی ہو مطلب ہمارے نکاح کی۔"وہ اس حملے کیلیے ہر گز تیار نہیں" تھی۔ قاسم نے سوالیہ نگاہیں اسکی آنکھوں میں گاڑھتے بھنویں اچکائی۔اس نے مضطرب سے انداز میں سر ہلادیا۔وجود پہ کپکپی طاری ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ قاسم کے ہاتھ سرکتے اس کے سرد پڑتے ہاتھوں پہ آٹھہرے۔ریم نے چھڑوانے چاہے مگر اسکی تنبیہی نگاہیں خود پہ محسوس کر وہ سنبھل گئی۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا جس نے ریم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑادی۔اس کے ہاتھ اس سردی میں بھی بے تحاشہ گرمائش کا احساس بخش رہے تھے۔

وقت تو تھوڑا ریوائنڈ کرتے ہیں۔ تیرہ چودہ سال کی عمر چھوٹی نہیں ہوتی یاد تو تمہیں ہوگا ہی۔ وہ" وقت وہ دن وہ تاریخ اکیس جنوری جب تمہاری زندگی مکمل طور پہ بدل گئی تھی۔ وہی سیاہ رات جس دن بارش نے نہ رکنے کی قسم کھائی تھی۔"اس کی آواز زہر سے بھی زہریلی تھی۔ ریم کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ کیسا خوفناک نقشہ کھینچا تھا اس نے کہ سب کچھ ذہن میں ایک بار پھر ایک نئے زخم کی مانند تازہ ہو گیا تھا۔ ذہن ماضی کی ان تلخ یادوں میں کھونے لگا۔ حال پہ وہ برا وقت غالب آنے لگا تھا۔ قاسم نے دھیرے سے اس کے ہاتھوں کو سہلایا اور انہیں گرمائش کا احساس بخشنا چاہا۔ ریم نے آنکھیں بند کر کے کھولی۔

ایک سوال تو تمہارے ذہن میں آتا ہوگا کہ اس رات وہ سب تمہارے ساتھ کیوں ہوا اور" تمہارے ساتھ ہی کیوں ہوا۔ ہے نا؟ ایک چھوٹی سی بچی ہے بھلا کسی کی کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔" قاسم نے سوالیہ انداز میں بھنویں اچکائی۔ ریم کا سر کسی ٹرانس کی کیفیت میں اثبات میں ہلا۔ وہ پر اسراریت سے مسکرایا۔ اس کے یوں ہاتھوں کو سہلانے سے ریم کے دل کی دھڑکن حد سے سوا ہو گئی۔

سوچو تمہیں ساری زندگی اذیت دینے والا تمہارا کوئی بہت اپنا ہو۔ قریبی ہو۔ تمہیں نقصان" پہنچانے کی کوشش کر رہا ہو تو تمہارا ردعمل کیا ہو گا۔" وہ سوالیہ نشان بن گیا۔ اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اسکی سپید پڑتی رنگت قاسم کی نگاہوں سے مخفی نہیں تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے حواس کھو رہی ہو مگر قاسم نے نہایت مضبوطی سے اس کے ہاتھ کو تھاما ہوا تھا کبھی نہ چھوڑنے کیلیے۔

وہ دن یاد ہے تمہیں جب تم اغواء ہوئی تھی۔ سیاہ ٹھٹھرتی ہوئی وہ رات۔ سوچو اس رات تمہارے" غائب ہونے کے پیچھے تمہارے کسی بہت اپنے کا ہاتھ ہو۔ چلو میں تمہاری مشکل کچھ آسان کرتا ہوں۔" وہ ذرا سا اسکی جانب جھکا۔ ریم کو اس کی سانسوں کی تپش اپنے بہت نزدیک محسوس ہوئی۔

تم یہ سوچو کہ اگر اس سب کے پیچھے تمہارے اپنے باپ کا ہی ہاتھ ہو تو پھر؟" اس کے بالوں کی" لٹ کو ہولے سے کھینچتے وہ اسے سن کر گیا۔ روح پہلے ہی گھائل تھی۔ ذات کے پرخچے اب اڑے تھے۔ وہ حیران تھی کہ یہ سب سننے کے بعد بھی وہ اپنے قدموں پہ اس کے سامنے ڈٹ کر کیسے کھڑی تھی۔ کیسے اتار رہی تھی وہ اپنی سماعتوں میں ان زہر سے بجھے الفاظوں کو جو اسے اندر ہی اندر چھلنی کر رہے تھے۔ اس کا سر نفی میں ہلا۔ ٹانگوں نے وجود کا بوجھ سہنے سے انکار کر دیا۔ قاسم نے

اگلے ہی لمحے نہایت نرمی سے اس کے پیروں پہ اپنے پیر رکھتے انہیں سہلایا۔ ریم کی آنکھوں کے سامنے باقاعدہ اندھیرا سا چھایا۔ قاسم جانتا تھا کہ وہ ایک بار پھر ان اٹیکس کی زد میں جا رہی تھی مگر وہ اسے پوری طرح سنبھالنے کی سکت رکھتا تھا۔

"تت۔ تم جھوٹ بول رہے ہو ذلیل انسان میں جانتی ہوں۔ ڈیڈی ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔"

میں نے کب کہا کہ یہ تمہارے ڈیڈی نے ہی کیا ہے۔ میں نے تمہیں بس سوچنے کا کہا۔ ماضی میں اس نے ایسا کچھ کیا ہو یا نہیں مگر مستقبل میں وہ ایسا کرنے کا ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اس کیلیے بیٹیوں سے زیادہ پیسہ معنی رکھتا ہے۔ پیسوں کے معاملے میں ہوس پرست انسان ہے وہ۔ اس ایک پیسے کی خاطر وہ اپنی بیٹیوں کو چاہے مار دے یا بیچ دے گا۔ تم تو اب میری سرپرستی میں ہو۔ اپنی بیوی پہ بری نظر ڈالنے والے کو تو میں قبر میں بھی اتار دوں گا مگر مہرماہ۔۔ ڈرامائی سا وقفہ دے کر اس نے تاسف سے نفی میں گردن ہلائی۔ ریم کا دل مہرماہ کی بابت سوچتے ہولانے لگا۔ وہ تو بے حد معصوم تھی۔ اس کا تنفس بری طرح بگڑا۔

مزید میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ تمہیں اس پزل کو خود ہی حل کرنا ہو گا۔" اس کے پیروں پہ سے قاسم کے پیر ہٹے اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بار پھر وہ ٹھٹھرتی ہوئی سردی میں تن تنہا آ

کھڑی ہوئی ہو۔ ایکدم ریم کے وجود میں سردی کا احساس اجاگر ہوا۔ وہ لمحہ بھر کو اسکی بات سن سناٹے میں رہی۔ اس کا چہرہ ایک بار پھر پتھریلا ہو چکا تھا۔ ریم کو اس سے خوف محسوس ہوا۔ اس کے ڈیڈی ایسے نہیں تھے یہ بات اسے اچھے سے ازبر تھی۔ کمرے سے باہر جاتا شخص جھوٹا تھا۔ ہاں وہ بہت ایمانداری سے جھوٹ بولتا تھا۔ وہ اسے بدگمان کر رہا تھا۔ اس کے لب کپکپا اٹھے مگر اس نے قاسم سے مزید کچھ نہ کہا تھا۔ نہایت خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ سچا بھی تو ہو سکتا تھا تبھی تو اتنی دیر اسکے غائب ہونے کے بعد بھی ابھی تک کوئی اس کیلیے نہیں آیا تھا۔ اسے تلاش کرتے یہاں نہیں پہنچا تھا۔ مطلب وہ سب اسے فراموش کر چکے تھے۔ اس کا ذہن مختلف تانے بانے باندھنے میں مصروف تھا۔ یکلخت کچھ سوچتے وہ ٹھٹھکی۔

البتہ ایک آسودہ سی مسکراہٹ اپنے کمرے میں جاتے قاسم کے لبوں پہ آکر ٹھہر گئی تھی۔ یہ احساس ہی تسلی بخش تھا کہ جو لڑکی اسے اپنے آنسوؤں سے ہرانے کی کوششوں میں تھی وہ اسے بے سکون کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ہاں اب وہ پر سکون تھا۔

****

ہسپتال میں موجود راہداری میں چکر کاٹتے وہ بے چینی سے ڈاکٹر کے کمرے سے باہر نکلنے کے منتظر تھے تاکہ اندر جا کر کبیر سے اپنے دل میں پنپتے سوالات کا جواب لے سکیں۔ انہیں اس لمحے فکر کبیر کی نہیں اپنی عزت اور وقار کی تھی۔ ٹھنڈے سرد کاریڈور میں کھڑے وہ ڈاکٹرز کے عملے میں افراتفری دیکھنے لگے۔ فلحال اندر اس کا علاج چل رہا تھا۔ کچھ ساعتوں بعد ہی ڈاکٹر کے باہر نکلتے ہی حاکم عجلت میں ان کی جانب بڑھے۔ چہرے پہ بے چینی اور پریشانی کا عنصر صاف نمایاں تھا۔

اب کیسا ہے کبیر۔" ایک نگاہ کمرے کے بند دروازے پہ ڈالتے دوسری نگاہ انہوں نے ڈاکٹر پہ ڈالی" جو ان کی فکر پہ ہولے سے مسکرا دیے تھے۔

فکر کی کوئی بات نہیں ہے وہ اب خطرے سے باہر ہے۔" انہوں نے قریب آکر کہا تو انہیں یوں" محسوس ہوا جیسے کافی دیر بعد سانس آیا ہو۔

ویسے حیرت ہے حاکم صاحب گھر کے ایک عام سے ملازم اور ڈرائیور کیلیے اتنی محبت۔ آج کل تو" سگی اولادوں کو لوگ اتنی محبت نہیں دے پاتے آپ نے تو پھر ایک ملازم کو بڑی اونچی جگہ پہ رکھا ہے۔" وہ ستائشی انداز میں ان کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔ ابی جان کی آنکھیں پھیلیں مگر اگلے ہی پل سمٹ بھی گئی۔ عقب میں بینچ پہ بیٹھے ابی جان کے ساتھ حاکم نے خاموش نگاہوں کا تبادلہ کیا اور

ڈاکٹر کی جانب دیکھ بظاہر مسکرا دیے۔اب انہیں کیا حقیقت سے آشکار کرتے کہ یہاں ان کی بیٹی کی گمشدگی کی بدولت ان کی جان پہ بنی ہوئی ہے تبھی اپنے مفاد کی خاطر وہ اس قدر بے چین ہیں۔وہ اب تسلی سے ان کے ساتھ کبیر کی کنڈیشن ڈسکس کر رہے تھے ساتھ ساتھ تسلی اور دلاسا بھی دے رہے تھے۔

ایک بات تو میں آپ کو بتانا بھول ہی گیا۔نیم بیہوشی میں بھی ان کے لبوں پہ صرف ایک ہی نام تھا" بی بی جی کا۔میں نہیں جانتا یہ کون ہیں مگر انسان بیہوشی کی حالت میں اکثر انہیں ہی سوچتا اور پکارتا ہے جو اس کے ذہن پہ سوار ہوتا ہے۔"اپنی بات مکمل کرتے ڈاکٹر ان کا شانہ تھپتھپاتے لمبی راہداری میں کہی گم ہو گئے۔وہ جا چکے تھے لیکن حاکم اور ابی جان اپنی جگہ پہ پریشان کھڑے رہ گئے تھے۔دوپہر کا وقت ہونے کی بدولت ہسپتال میں بھیڑ زیادہ تھی۔اپنا بگڑا تنفس بحال کرتے وہ ابی جان کی جانب بڑھے جو چہرہ جھکائے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھے۔نجانے کیوں حاکم کو وہ کچھ کھوئے کھوئے سے محسوس ہوئے۔

مطلب اس کا ذہن بیہوشی کی حالت میں بھی فقط ریم کو ہی محسوس کر رہا تھا۔ کیا تھا وہ شخص آخر۔ اس سب میں کبیر کی جان بھی تو جا سکتی تھی مگر وہ ہمیشہ کی طرح بغیر کسی مفاد کے ان کے ساتھ ڈٹا رہا تھا۔ اگر اسے ہی کچھ ہو جاتا تو۔ اس سے آگے ان سے کچھ سوچا بھی نہیں گیا۔

صائمہ بی کو بھی وہ گھر ہی چھوڑ آئے تھے۔ جس قسم کے سوالات وہ کبیر سے پوچھنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ ایک ماں کے ہوتے ہوئے قطعی ممکن نہیں تھا ورنہ وہ واویلا کرتی۔

بابا جان سب ٹھیک ہے۔" ان کے لہجے میں تفکر بول رہا تھا۔ یکدم چونک کر انہوں نے سر اٹھایا" اور پر سوچ نگاہوں سے انہیں تکتے اثبات میں سر ہلایا۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔ حاکم کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔

ہمیں کبیر کے سامنے بہت محتاط رہنا ہو گا۔ کسی بھی ایسی بات سے گریز کرنا ہو گا جس سے اسکے" اعصابوں پہ غلط اثر پڑے۔ جتنا میں اسے جانتا ہوں وہ ابھی بھی ریم کو ٹھیک ہی کہے گا۔ نجانے وہ اس کے معاملے میں اندھا کیوں ہو جاتا ہے۔ وہ مرد ہے جسے عورت کو اپنے سامنے ہمیشہ جھکانا ہے خود نہیں جھکنا لیکن ریم کے آگے وہ اس بات کو بھی فراموش کر جاتا ہے۔ خیر ہمیں احتیاط کرنی

ہو گی۔"وہ شدید مضطرب اور عاجز دکھائی دے رہے تھے۔شاید انہیں کبیر کا یوں ریم کیلیے کنسرن بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

لیکن بابا جان ریم کی حرکت ایسی نہیں ہے کہ اسے جسٹیفائے کیا۔"انہوں نے غصے سے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید کچھ بھی بولنے سے روکا اور ایک کاٹ دار نگاہ ان پہ ڈالی۔حاکم کچھ حیرت سے اسے دیکھتے رہ گئے۔اگلے ہی لمحے سختی سے لبوں کو آپس میں پیوست کرتے انہوں نے سر جھٹکا۔

تم سمجھ کیوں نہیں رہے ہو۔یہ ہم جانتے ہیں کہ ریم نے گناہ کیا ہے کبیر اس بات کو نہیں مانے گا" اور اچھی بات ہے ابھی اسکی آنکھوں میں پٹی بندھی رہنا ہی ٹھیک ہے۔اگر آگے کبھی زندگی میں ہمیں کبیر کی ضرورت اپنے کسی مفاد کی خاطر پیش آگئی تو وہ کبھی بھی ریم جیسی گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کو اپنانے کو تیار نہیں ہو گا۔تم بیوقوف ہو صرف حال کو دیکھتے ہو۔ہماری نگاہ ماضی حال اور مستقبل تینوں پہ ہوتی ہے۔"انہوں نے کچھ سختی سے ان کی بات کاٹی تھی۔دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے وہ جیسے حاکم کی عقل پہ ماتم کر رہے تھے۔لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک رقصاں تھی۔دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔حاکم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔وہ عقل مند اور شاطر تھے۔اتنی پریشانی والے ماحول میں بھی اپنے مفاد کی خاطر سوچنا نہ

بھولے تھے۔حاکم کے لبوں پہ ایک شاطرانہ مسکراہٹ پھیل گئی جو ابی جان کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔وہ چال چلنے میں ماہر تھے ایسا کیسے ممکن تھا کہ وہ اتنی آسانی سے ہار مان جاتے۔انہیں تو کسی بھی حال میں میدان میں اترنا ہی تھا اور وہ اتر آئے تھے۔

آگے پیچھے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔دروازہ ہولے سے واں کرتے وہ انہیں چت لیتا دیوار کو گھورتا دکھائی دیا۔حاکم نے ایک سنجیدہ نگاہ ساتھ کھڑے ابی جان پہ ڈالی اور گلہ کھنکھارتے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروانی چاہی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔کمرے میں نیلگوں بلب جل رہا تھا۔کبیر نے کسی کے قدموں کی آہٹ نزدیک محسوس کر آنکھیں گھمائی تو نگاہ بے ساختہ ابی جان کی جانب گئی تھی۔وہ جو اس کے سر کے بالوں کو سہلا رہے تھے غیر محسوس انداز میں ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔

کیسے ہو میرے شیر۔"یکایک کبیر کو اپنے سینے میں درد کی لہر اٹھتی محسوس ہوئی۔ریم کا چہرہ نگاہوں" کے سامنے گھوما تھا۔بغیر انہیں کوئی جواب دیے آنکھیں موندے وہ اگلے کئی لمحے گہری سانسیں لیتا رہا۔کچھ دیر تک وہ مکمل طور پہ خود کو سنبھال چکا تھا۔

اب کیسی طبیعت ہے۔"حاکم پوچھ رہے تھے۔"

بد قسمتی سے مرا نہیں ہوں بس۔بی بی جی کا کچھ پتہ چلا۔" آواز بھاری اور کچھ حد تک بدلی ہوئی" تھی۔حاکم اور ابی جان کچھ حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گئے۔نیم غنودگی کے عالم میں بھی اس بس یاد تھی تو ریم۔فکر ہو بھی رہی تھی تو صرف اسکی۔

ریمی کا کچھ اتا پتہ نہیں ہے کبیر۔نجانے وہ کہاں ہے۔تمہیں پورے دو دن بعد ہوش آیا ہے۔ہم" نے جگہ جگہ چھان لیا ہے۔پولیس میں بھی رپورٹ کروادی ہے مگر اس کا کچھ معلوم نہ ہو سکا۔"کبیر نے اپنی سرخ ہوتی نگاہیں ان کی جانب اٹھائی۔حاکم نگاہیں پھیر گئے۔

اب ایک تم ہی ہو جو ہمیں اصل صورتحال سے آگاہ کر سکتے ہو کیونکہ تمہی واقف ہو اس سب" سے۔آخری وقتوں میں ریم تمہارے ہی ساتھ تھی۔"چند لمحوں تک کسی غیر مرئی نقطے پہ غور کرنے کے بعد اس نے ایک بار پھر گہرا سانس بھرتے آنکھیں موندی۔ابی جان اس کے نزدیک ہی جگہ سنبھال چکے تھے۔اب وہ دونوں اس کے بولنے کے منتظر تھے۔

ہم کورٹ ہی جارہے تھے مگر بیچ راہ میں ہمیں روکا گیا جان بوجھ کر۔پھر مجھے گولی ماری گئ اس سے" پہلے کہ بی بی جی کچھ کر پاتی اس نے انہیں بیہوش کر دیا۔اس شخص کے چہرے پہ نقاب تھا۔میں چاہ کر بھی اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔میں اپنا کیا وعدہ نہیں نبھا پایا۔میں ان کی حفاظت نہیں

کر پایا۔" بولتے بولتے اس کا لہجہ بھاری ہونے لگا معاً کچھ سوچ کر اس نے گردن گھماتے ابی جان اور حاکم کو دیکھا۔ ابی جان کے دل کو دھکا سا لگا۔

مگر ایک راز ہے جو آج میرے سامنے منکشف ہوا ہے۔ وہ خود کو بی جی کا شوہر کہہ رہا تھا۔" اس کے انکشاف پہ ابی جان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ خوف سے آنکھیں پھیلی البتہ حاکم ناسمجھی سے اسکی بات سن رہے تھے۔ انتہائی تفکر سے انہوں نے کبیر کو دیکھا۔ آنکھوں میں بے یقینی کا تاثر پھیلا ہوا تھا۔

ایسا کیسے ممکن ہے۔ وہ شخص جھوٹ بول رہا ہے نا بابا جان۔" حاکم بھڑک ہی اٹھے۔ آنکھوں" کے ڈورے انتہائی سرخ پڑ رہے تھے۔ ابی جان کچھ چونک کر اسکی جانب متوجہ ہوئے۔

اس شخص نے مجھے نکاح نامہ بھی بھیجا تھا شاید۔ مم۔ میرا موبائل۔ اس نے کہا تھا کہ میرے نمبر پہ" اس نے ثبوت بھیجا ہے۔" وہ کہنیوں پہ زور ڈالتے شدید تکلیف کے باوجود اپنی جگہ پہ ہی اٹھ بیٹھا۔ اس نے بٹن دبا کر بیڈ کو سٹنگ پوزیشن پہ ایڈجسٹ کیا۔ موبائل اسے سائیڈ پہ ہی رکھا دکھائی دیا تھا۔ چہرے پہ اضطرابی لیے اس نے موبائل اٹھایا۔ کانپتے ہاتھوں سے لاک کھولتے واٹس ایپ کا نوٹیفیکیشن دیکھتے نجانے کیوں اس کا دل ڈگمگایا تھا۔ اگر اس شخص کی بات سچی ہوئی تو۔ اگلے ہی پل

اس کے چہرے کی رنگت لٹھے کی مانند سپید پڑ گئی۔وہ جوں جوں نگاہیں دوڑاتا جارہا تھادل کی حالت عجیب سے عجیب تر ہوتی جارہی تھی۔ابی جان نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ تیزی سے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا تھا۔

آپ کو اتنا خوفزدہ ہورہے ہیں بابا جان۔"وہ جلد ہی سنبھلتے نفی میں سر ہلا گئے۔"

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ہمارے گھر کی بیٹی گھر سے بھاگ کر یہ قدم اٹھائے تو اگلے ہی دن اسکا جنازہ" نہ اٹھ جائے۔ نہیں یہ جھوٹ ہے کبیر۔وہ شخص جھوٹا ہے۔ایسا نہیں ہو سکتا۔"ابی جان کے چہرے کے تاثرات از حد پتھریلے تھے۔کرختگی چھائی ہوئی تھی۔حاکم نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی البتہ کبیر نے شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

یہ نکاح نامہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے مالک۔آپ کے گھر کی بیٹی کا نکاح ہو چکا ہے اور آپ" سب جانتے بوجھتے ان کا نکاح پہ نکاح کرنے جارہے تھے۔آپ گناہ کرنے جارہے تھے

مالک۔اوندھے منہ گرنے کی وجہ سے اس کے جلے کے نشان میں درد ایک بار پھر تازہ ہو گیا تھا۔بات کرتے ہوئے بھی گردن اور گال پہ کھچاؤ محسوس ہورہا تھا۔اسے اپنی آواز کہی دور سے آتی محسوس ہوئی۔آنکھوں میں ویرانی ہلکورے کھا رہی تھی۔

ایسا کچھ نہیں ہے کبیر۔ یہ محض فریب ہے۔ جال ہے اور تم اس جال میں پھنستے جا رہے ہو۔ بس تم" گھر جیسے ہی چلو گے سب سے پہلے ہمیں مروان خان کے خلاف کیس کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ اسی کی حرکت ہو۔" کچھ گھبرا کر حاکم نے اسکی بات قطع کی تھی۔ وہ تلخی سے ہنسا۔

مروان خان۔" کبیر نے زیرِلب دہرایا۔ آنکھیں موندتے اس شخص کی آنکھوں کو یاد گیا۔ سیاہ" آنکھیں۔ کسی پوشیدہ راز کو ظاہر کرتی آنکھیں۔ اس نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی۔ وہ مروان خان نہیں ہو سکتا تھا۔ اسکی آنکھیں تو سبز تھی لیکن جو بھی تھا ان کی بات میں دم تو تھا۔

یا پھر ہو سکتا ہے کہ یہ ریم اور اس شخص کی ہی کوئی ملی جلی سازش ہو جس کے ہمیں کال آتے ہیں" اتنے عرصے سے۔ ہمیں دھوکے میں رکھ کر وہ اپنا راستہ آسان کر رہے ہو۔ یا ریم ہو سکتا ہے اس "سے محبت میں مبتلا۔ ویسے بھی وہ حد درجہ بدلحاظ اور ہم سے باغی ہو چکی تھی۔

وہ جو کوئی بھی ہے ان کا شوہر ہے اور شوہر سے محبت جائز ہوتی ہے حلال ہوتی ہے۔ گناہ تو میں" کرنے جا رہا تھا نکاح پہ نکاح کر کے۔ رہی بات باغی ہونے کی تو اس چیز کے پیچھے بھی آپ لوگوں کی ہی کرم نوازگی ہے چھوٹے مالک۔" گردن پہ ہاتھ رکھتے اس نے کچھ سختی سے حاکم کی بات کاٹی

تھی۔۔ابی جان نے ایک غصیلی نگاہ حاکم پہ ڈالی تو وہ بمشکل مسکرا دیے البتہ کبیر کے چہرے کے پتھریلے تاثرات میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

میں تو بس ایسے ہی۔مجھے لگتا ہے کہ وہ شروع سے ہی سب کو دھوکے میں رکھ رہی ہے۔کیا معلوم" وہ گھر سے بھاگنا چاہتی ہو۔اصل مفاد اسی کا چھپا ہوا تھا اس میں۔اچانک ہی حاکم کو اپنے چہرے پہ نگاہوں کی تپش کا احساس ہوا تھا۔انہوں نے سر اٹھایا تو نگاہیں کبیر سے ٹکرا گئیں جو سپاٹ چہرے کے ساتھ انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ فلحال ہمارے درمیان نہیں ہیں تو کیا ہوا مالک۔میں پھر بھی بی بی جی کے خلاف ایک لفظ نہیں" سنوں گا۔"اس بار ان پہ صحیح معنوں میں کبیر کی نگاہوں کا تاثر واضح ہوا تھا۔

کھردرا پن۔۔نفرت میں ڈوبی نگاہیں۔۔کچھ تو تھا آگ اور برف جیسا۔جلا کر بھسم کرتا ہوا۔۔منجمد کرتا ہوا۔حاکم کے لب بھینچ گئے۔بھنویں سکڑ گئیں۔

مت بھولو وہ میری بیٹی ہے۔"ان کے جتا کر بولنے پہ وہ عجیب سے انداز میں ہنسا۔"

سیریسلی بیٹی مانتے تھے آپ انہیں۔بیٹی نہیں تھی پیسہ بنانے والی مشین تھی وہ آپ کیلیے۔مفاد" پرست وہ نہیں مالک آپ ہیں۔جیسے ہی آپ کا مفاد ختم ہوا۔انہیں بیٹی ماننے سے ہی انکار

کر دیا۔"اس کا سوال حاکم کی انا پہ تازیانے کی مانند لگا۔وہ بلبلا کر رہ گئے۔اس دوران ابی جان خاموش تماشائی بنے بغور کبیر کے چہرے کے بگڑے تاثرات کا ملاحظہ کر رہے تھے۔

میرے شیر تم اسکی بات سمجھنے کی کوشش کرو۔چلو ایک سیکنڈ کیلیے ہم مان لیتے ہیں کہ ریم کا اس" میں کوئی مفاد نہیں تو پھر اس شخص کا ہماری زندگی میں عمل دخل کیا ہے۔کون ہے وہ۔اس کا نام کیا ہے۔اسکی شناخت کیا ہے۔نجانے کونسی پیچ ذات سے تعلق رکھتا ہے وہ۔ہم تمہیں یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ اس شخص کا ہم سب کو پھنسانے کیلیے کوئی جال بھی ہو سکتا ہے۔وہ کھیل کھیلنے میں ماہر معلوم ہوتا ہے۔"وہ بول کر رکے تو کبیر نے پر سوچ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔بستر پر آرام دہ حالت میں نیم دراز وہ انہیں دیکھے گیا۔ابی جان خواہ مخواہ نگاہیں گھمانے لگے۔اس کی نگاہیں اندر تک اتر جانے والی تھی جیسے سارے راز ایک ہی بار جان لیں گی۔ریم جعفری کے جانے کے بعد وہ کمزور نہیں پڑا تھا بلکہ مزید مضبوط ہو گیا تھا۔

اگر ایسا ہے تو وہ جو کوئی بھی ہے جال بہت صفائی سے بچھاتا ہے۔اس کی آنکھوں میں کئی راز دفن" ہیں ابی جان۔میں نے دیکھا ہے اسے بہت نزدیک سے۔"وہ کھوئی کھوئی کیفیت میں بولتے ان دونوں کی حالت غیر کر گیا۔کبیر نے بائیں ہاتھ کی انگلی کی مدد سے ابرو کو کھجایا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ اپنی مرضی سے کسی پرانی کہانی کا اختتام لکھنے آیا ہوں۔" حاکم اور ابی جان نے پھیکے پڑتے چہرے سمیت ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ آنکھوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔ اس کے برعکس کبیر کا چہرہ اس پہ گزرے درد کی عکاسی کر رہا تھا۔ اسے رہ رہ کر ریم کے متعلق سوچ آرہی تھی۔ دل و دماغ دونوں اس سے جڑے ہوئے تھے۔ اگر وہ اسکی بیوی بھی تھی پھر بھی وہ ریم کو اس سے چھین لینا چاہتا تھا۔ اسے اپنے پروں میں محفوظ کر لینا چاہتا تھا جیسے ایک باپ اپنی اولاد کو بچانے کی خاطر ہر حد پار کر جاتا ہے ویسے ہی وہ بھی اس لڑکی کیلیے پاگل ہونا چاہتا تھا۔ نجانے کیوں اسے ایک یقین سا تھا کہ ریم جعفری اس کہانی میں بے قصور ہوگی اور اس کیلیے یہی بہت تھا۔ تھکی تھکی سی سانس فضا کے سپرد کرتے وہ ابی جان کی جانب مڑا۔

میں مزید اس ہسپتال میں نہیں ٹھہر سکتا۔ پلیز مجھے گھر لے چلیں بڑے مالک۔ مجھے اماں سے ملنا" ہے۔" دھیرے سے بولتے وہ خود میں ہمت مجتمع کرتے پیر نیچے لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پہ ازلی سرد مہری عود آئی تھی۔

چلیں بڑے مالک۔ آپ پریشان کیوں ہورہے ہیں۔ کبیر جاہ اس گھر کی عزت کو واپس لائے گا اور" پوری شان سے اپنی عزت بنائے گا۔" اس کا متبسم چہرہ دیکھ حاکم کا پور پور سلگنے لگا لیکن ابی جان

خاموش تھے۔۔ بلکل خاموش۔۔ سر اثبات میں ہلاتے انہوں نے کبیر کے شانے پہ تھپکی دی اور مسکرائے۔کچھ دیر بعد ہی ڈاکٹر کی آمد ہوئی تھی۔

میں اب ٹھیک ہوں اور مزید بہتر گھر جا کر ہو جاؤں گا۔"چیک اپ کے بعد وہ ڈاکٹر سے مخاطب" تھا۔حاکم نے ناگواری سے اسے دیکھا۔وہ اس کے گھر جانے کے فیصلے سے ناخوش تھے۔انہیں تو ابھی مہرماہ کو اس گھر سے بھیجنا تھا کسی بھی حال میں۔

ابھی آپ کا جانا مناسب نہیں۔"ڈاکٹر اسی سے مخاطب تھے۔کبیر نے بے زاری سے انہیں دیکھا" اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔کھڑے ہونے میں بھی بہت ہمت صرف ہوئی تھی۔اس کے چہرے پہ تکلیف دہ تاثرات بغور دیکھے جاسکتے تھے۔

ٹھیک ہے جیسا آپ چاہیں مگر گھر میں بھی ان کا پروپر علاج ہو گا۔"وہ اب ابی جان سے مخاطب" تھے جو نہایت توجہ سے ان کی ایک ایک بات ذہن میں فٹ کر رہے تھے۔

چلیں چھوٹے مالک۔"کبیر نے اپنی بھوری آنکھیں براہ راست ان کی آنکھوں میں گاڑھی اور" دھیرے سے مسکرایا۔وہی مسکراہٹ جو اسکی شخصیت کا خاصہ تھی۔کیسی دل موہ لینے والی

مسکراہٹ تھی اسکی۔وہ توہنستے ہوئے بھی جان نکالنے کی سکت رکھتا تھا۔حاکم نجانے کیوں اپنی اڑی ہوئی رنگت کے ساتھ مسکرا بھی نہ سکے۔

****

وہ بیڈ پہ پیر لٹکائے بیٹھی مسلسل اپنی ٹانگیں ہلانے میں محو تھی۔ایک نظر پیچھے مڑتے اس نے کھڑکی کو دیکھا جو نہ ہونے کے برابر تھی۔کھڑکی پہ دبیر پردے گرے ہوئے تھے۔پورے کمرے کی لائٹس آف تھی بس نیلگوں بلب جل رہا تھا۔یہ بھی اسی شخص کی عنایت تھی۔جب جی چاہا کمرہ روشنیوں میں نہا جاتا اور جب جی چاہتا کمرے میں تاریکی چھا جاتی جیسی اس کے وجود میں چھائی ہوئی تھی۔اس کھڑکی کو اس طرح تعمیر کیا گیا تھا کہ انسان باہر بھی نہ جھانک سکے۔وہ دو دنوں سے یہاں ہے ایک بار پھر اس بابت سوچتے اسکے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔آنکھوں میں ابھی بھی ہلکی ہلکی نمی تیر رہی تھی۔کپکپاتی انگلیوں سے چہرے پہ جھولنے والی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ بے چینی سے اٹھتے ٹہلنے لگی۔صبح سے گیا وہ شخص دوبارہ نہیں آیا تھا۔نجانے وہ چاہتا کیا تھا اس سے۔پیٹ پہ ہاتھ رکھتے وہ گرنے والے انداز میں بیٹھ پہ بیٹھی۔بھوک سے جان نکل رہی تھی۔

لچا لفنگا۔ بھوک سے میری جان نکل رہی تھی اور خود آرام سے پاستہ نوش فرمارہا تھا۔" جلے کٹے لہجے میں بولتے اس سے قبل کہ مشتعل سے انداز میں سائیڈ ٹیبل پہ رکھا واس اٹھا کر نیچے پھینکتی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔ ریم کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ اگلے کئی ثانیوں تک اندر کوئی نہ آیا تو وہ واس وہی میز پہ رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے دروازے کی جانب بڑھی اور باہر لمبی راہداری میں جھانکا۔ آنکھوں سے تشکر کے مارے آنسو نکل آئے۔ الجھے بکھرے بالوں کو سمیٹ کر شانے پہ رکھتے وہ ایک طائرانہ نگاہ پوری راہداری میں گھمارہی تھی۔ باہر تو سارا گھر روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔ مطلب یہ سزا بھی اسی کیلیے منتخب کی گئی تھی کہ اسے اندھیرے میں رکھا جائے۔

مطلب اس شخص نے مجھے آزادی دے دی۔ یہ اسی کی جانب سے کوئی اشارہ کیا۔" آنکھوں میں نمی اور لبوں پہ تشکر بھری مسکراہٹ لیے وہ راہداری طے کرتے گول زینوں کی جانب بھاگی تھی۔ زینے اترتے دوبار تو وہ توازن کھوتے گرتے گرتے بچی۔ بمشکل ریلنگ کو تھامتے اس نے خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ نیچے لاؤنج میں پہنچتے وہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانے کی بدولت لمحہ بھر کر لڑکھڑائی مگر پھر سنبھل گئی۔ ہولے ہولے قدم اٹھاتے ایک منظر پہ اسکی نگاہ تھمی تھی۔ آئینے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھ اسکی آنکھیں جھلملا گئی۔ ہیزل آنکھوں میں اذیتوں کی ایک داستاں

تھی جو صاف عیاں ہو رہی تھی۔لب خاموش بھی ہو تو یہ آنکھیں ہی ہیں جو تمام راز عیاں کر دیتی ہیں۔

ان تمام سوچوں کو ذہن سے جھٹکتے اس نے کچن کی تلاش میں نگاہیں گھمائی۔اسے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا تھا۔پورے گھر میں کیا صرف وہ تنہا تھی۔کسی ذی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔کچھ ہی دیر میں وہ فریج کے عین سامنے کھڑی تھی۔ہاتھ بڑھا کر اسے کھولنا چاہا مگر یہ کیا۔۔وہ تو لاک تھا۔ریم نے دو تین بار کھینچ کھینچ کر اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔اسکی آنکھوں میں اپنی بے بسی پہ آنسو بہنے لگے۔وہ رونا چاہتی تھی چیخ چیخ کر بلکنا چاہتی تھی۔

یہ کیسی اذیت تھی۔کیا وہ اسے بھوکا مارنا چاہتا تھا۔

وہاں سے مڑتے نجانے کس احساس کے تحت اس کی آنکھیں چمکی تھی۔کپکپاتے لبوں کو آپس میں پیوست کرتے وہ چور نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتے خارجی دروازے کی جانب بڑھی۔اس نے سوچ لیا تھا کہ قاسم کے آنے سے پہلے ہی وہ یہاں سے بھاگ جائے گی۔وہ واپس کبیر کے پاس جائے گی۔اسے واپس اسی پہ پاس جانا تھا لیکن وہ دروازہ بھی لاکڈ تھا۔وہ شدید مشتعل ہوتے اس دروازے کو ٹانگوں سے ٹھوکر مارنے لگی۔آنکھیں مسلسل رونے کی بدولت بھاری ہو رہی

تھیں۔ ایکدم قدموں کی آہٹ اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔ وہ بنا مڑے ہی جان گئی تھی کہ اس کے پیچھے کون ہو گا۔ اس کا تنفس خوف کے مارے بگڑنے لگا۔

"کوششیں ترک کر دو۔ اندر آ جاؤ چابیاں میرے پاس ہیں۔" بھاری گھمبیر لہجہ اسے کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔ نجانے وہ آفت کی طرح سے ٹپک پڑا تھا۔

"نہیں وہ۔ وہ تو میں بس گھر کی چیزوں کو چھو کر چیک کر رہی تھی۔ کافی اعلیٰ ذوق ہے تمہارا۔" وہ مسکراتے ہوئے اسکی جانب پلٹی اور دلفریبی سے بولتے اسے ٹھٹھکا گئی۔ قاسم کے چہرے کے عضلات ایک لمحے کیلیے تنے۔ نجانے یہ لڑکی کیا کرنا چاہ رہی تھی۔

"آ جاؤ کھانا کھالو۔" سنجیدگی سے بولتے وہ جیبوں میں ہاتھ اڑستے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ ریم نے حلق تر کیا۔ اپنے پلین کے مطابق اب جی حضوری تو اس پہ فرض تھی۔ اس کے کچن میں آنے تک وہ فریج کا لاک کھول چکا تھا۔

"لو جو کھانا چاہو کھا سکتی ہو۔ اب اتنا بھی برا نہیں ہوں میں۔ تم کھانا نہیں کھاؤ گی تو میرے سے لڑو گی کیسے پورا دن۔ جتنا تم چیختی چلاتی ہو تمہیں انرجی کی کافی ضرورت ہے۔" وہ چہرہ جھکائے بے آواز ہنسا۔ اسکی ہنسی کی آواز بے حد خوبصورت تھی اس چیز کا اعتراف ریم کو کرنا ہی پڑا۔ داڑھی گھنی

ہونے کے باعث وہ ٹھیک سے اسکی مسکراہٹ دیکھنے سے تو قاصر تھی۔لمبے بال گھنی داڑھی سونے پہ سہاگہ اسکی دونوں آئبرو بھی آپس میں ملی ہوئی تھی۔ریم نے باقاعدہ جھر جھری لی۔پورے چہرے پہ بس بال ہی بال تھے۔انسان تھا یا ریچھ۔اپنے چہرے پہ کسی کی نگاہوں کی تپش کا احساس فریج میں جھانکتے قاسم کو چونکا گیا۔وہ سیدھا ہوا تو ہیزل آنکھیں اسی پہ جمی تھیں۔

ایسے کیا گھور رہی ہو۔" آواز بھاری تھی مگر لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔"

اپنے چہرے سے یہ بال ہٹاؤ لڑکی بن کر کیوں گھومتے ہو۔شکل تمہاری مردوں والی ہیں یہ شوق" کیوں زنانہ پالے ہوئے ہیں۔" قاسم کے چہرے کے تاثرات سخت ہوئے۔آنکھوں میں ناگواری چھا گئی۔دوسرے لفظوں میں وہ اسے عورت بول رہی تھی۔یہ ڈرامے باز لڑکی اسے زہر لگی تھی اس لمحے۔

کھانا کھانے کی اجازت دی ہے بکواس کرنے کی نہیں۔" دانت پیس کر انتہائی برودت سے جواب" دیتے ہوئے قاسم نے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ریم پہلو بدل کر رہ گئی۔خاموشی سے فریج میں جھانکا۔

چکن کراہی اور وہی صبح والا پاستہ دیکھ اس کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ایک مسکراتی نگاہ سلیب سے پشت ٹکائے کھڑے قاسم پہ ڈالتے اس نے مائیکرو ویو میں کھانا گرم کیا اور وہی کرسی کھینچتے کھانے بیٹھ گئی۔ایک گہری اندر تک اتر جانے والی قاسم نے ریم پہ ڈالی جو سر جھکائے رغبت سے کھانا کھا رہی تھی۔ دو دنوں بعد کھانا کھاتے ہوئے اسے اللہ کی اس نعمت کا ادراک ہوا تھا۔بے ساختہ اس کے لبوں سے الحمد اللہ نکلا جو قاسم کی سماعتوں سے مخفی نہیں رہا تھا۔اسکا لہجہ بھاری تھا شاید وہ پھر سے رونے کو تیار تھی۔

قاسم نے اپنے لیے فریج سے دودھ نکالتے سلیب پہ رکھا اور کیبنٹ کھول کر پتی اور چینی کا جار نکالا۔اس سے قبل کہ وہ چائے چولہے پہ چڑھاتا ریم نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھامتے اسے روک لیا۔یہ حرکت اتنی بے ساختہ تھی کہ ان دونوں کی حالت ایسی ہو گئی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ قاسم نے اپنے ہاتھ پہ اسکا ہاتھ دیکھ آنکھوں میں عجیب سے تاثرات لیے بغور ریم کو دیکھا جو چہرہ موڑتے اب پلکوں کی چلمن گرا چکی تھی۔وہ آخر اسے شرما کس بات پہ رہی تھی۔اس نے نہ تو ایسی کوئی حرکت کی تھی اور نہ ہی بات۔اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ قاسم نے سوچا۔

میں چائے بنا دیتی ہوں۔" دھیرے سے بولتے وہ برنر جلانے لگی۔"

چائے پینی ہے زہر نہیں۔ اگر تم نے میری چائے میں زہر ملا دیا تو۔" ان لمحات سے نگاہیں چڑاتے" وہ درشتی سے بولا۔

زہر کو زہر دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ ایسے ہی بہت بری موت مرتا ہے۔" اس کا لہجہ اگرچہ" سادہ تھا مگر قاسم کی رنگت اڑ گئی۔ ریم کی ہیزل آنکھوں کا تاثر اسے جلا کر راکھ کر رہا تھا۔ خود بخود اسکی گرفت پین پہ ڈھیلی پڑتی چلی گئی۔ ریم نے مسکرا کر اپنا کام جاری رکھا۔

یہ کیا کرنے کی کوشش کر رہی ہو تم۔ بتانا پسند کرو گی۔" ریم نے کچھ حیرت سے اسے" دیکھا۔ چہرے پہ کسی قسم کا تاثر نہیں تھا مگر آنکھوں میں ایک بے نام سی خفگی لہرا رہی تھی۔ غصہ بھی تھا شاید۔

کچھ بھی نہیں۔ میں نے بہت سوچا تو اس نتیجے پہ پہنچی کہ تم ٹھیک کہ رہے ہو جب تم مجھے اپنی بیوی" مانتے ہو تو مجھے بھی تمہیں اپنا شوہر مان لینا چاہیے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔" سیب کا ٹکرا قاسم کے حلق میں ہی اٹک گیا۔ وہ بے اختیار کھانسنے لگا۔

اتنی جلدی تو گرگٹ بھی رنگ نہیں بدلتا جتنی جلدی تم نے بیان بدل لیا۔"اس نے پانی کے چند" گھونٹ بھرے۔ تنفس بحال کیا اور سر اٹھا کر پریشانی سے خود کو تکتی ریم کو دیکھا۔وہ مسکرا رہی تھی اور اسکی مسکراہٹ زندگی سے بھرپور تھی۔

پتہ نہیں کیوں تم پہ بھروسہ کرنے کو جی چاہا ہے۔"قاسم کے جبڑے بھینچ گئے۔ بھنویں سکڑ" گئیں۔

توبہ استغفراللہ نعوذباللہ۔"وہ جیسے جل کر دل ہی دل میں بولا تھا۔ریم بہت غور اور محبت سے اسے" دیکھتی رہی۔

مگر میں تم پہ چاہ کر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا چالاک لومڑی۔"دانت پیس کر اسے جتاتے وہ کرسی" کھینچ کر بیٹھ گیا۔وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوا تھا۔اسی دوران اس نے چائے کا کپ میز پہ اس کے سامنے رکھا اور خود بھی کرسی کھینچتے اس کے عین سامنے بیٹھ گئی۔

یہ کافی ہے یازہر۔"اس کی زبان شعلے اگل رہی تھی مگر ریم بھی کمال ضبط کا مظاہرہ کیے بس" مسکراتی رہی۔

بنائی تو کافی ہی تھی میں نے۔ شاید تمہارا راز ہر اندر اتر گیا ہو گا۔" وہ ہنسی۔ اسکی ہنسی کس قدر شفاف تھی کھنکتی ہوئی۔ سماعتوں میں ایک خوشگوار سا اثر ڈالتی ہوئی۔ زندگی ایک بار پھر سے جینے کی خواہش جگاتی ہوئی۔ وہ مسلسل ہنس رہی تھی۔ بخدا وہ ہنس رہی تھی۔ کیوں۔۔ کیا وہ اسے کوئی جوک سنا رہا تھا۔

ویسے تم نے مجھے اس نکاح کی تفصیل نہیں بتائی۔ میرا مطلب مجھے کچھ کچھ یاد پڑتا ہے۔ اس دن ہمارا نکاح نہیں ہوا تھا تو پھر ایسے کیسے نکاح۔ میرا بھی جاننے کا پورا حق ہے آخر۔" چائے کا گھونٹ بھرتے اس نے کن اکھیوں سے چسکیاں بھرتے قاسم کو دیکھا۔ جو ساتھ ساتھ موبائل پہ بھی مصروف تھا۔

تو تمہیں یاد ہو گا بھی کیسے۔ گیارہ بارہ سال پرانی بات کوئی کیوں یاد رکھنا چاہے گا۔ بچپنے کی باتیں" انسان اکثر بھلا دیتا ہے مگر کبھی کبھی وہی باتیں ہمارے لیے جان کا عذاب بن جاتی ہیں۔ کیا خیال ہے وقت کو ایک بار پھر سے ریوائنڈ کریں۔" وہ میز پہ دونوں کہنیاں جماتے اس کی جانب جھکا۔ ریم چائے پینا بھول گئی۔

وہی سیاہ رات جب تمہاری اس ذلت بھری زندگی کی شروات ہوئی تھی۔وہی سیاہ رنگ کالبادہ" اوڑھے دو تین لوگ جنہوں نے تمہیں حیوانوں کے چنگل سے آزاد کروایا تھا۔"ریم کا دماغ آہستہ آہستہ ماضی کی تلخیوں میں کھونے لگا۔اسے یاد آرہا تھاسب تازہ ہورہا تھا آنکھوں کے دریچوں پہ یہ منظر کسی فلم کی مانند چل رہا تھا۔یہ سب تو اسے یاد تھا مگر چہرے۔چہرے دھندلے سے تھے۔تمام آوازیں واضح تھی مگر چہرے غیر واضح۔قاسم نے بغور اسکی آنکھوں میں دیکھا۔اسکی آنکھیں ذہین تھی مگر چالاک نہیں تھی۔وہ بہت جلد لوگوں پہ اعتبار کرلیتی تھی۔وہ پر اسرایت سے مسکرایا۔اسکی مسکراہٹ جان لیوا تھی۔

وہی سیاہ رنگ کا پین اور کاغذات جس پہ تم سے یہ کہ کر دستخط لیے گئے تھے کہ اگر زندگی میں" تمہیں کبھی بھی کوئی پریشانی ہوئی تو تمہیں بچانے صرف میں ہی آیا کروں گا۔جس دن مجھے تمہارا رکھوالا بنایا گیا تھا۔مختصر تمہیں تمہاری رضامندی کے ساتھ ہی مجھے سونپا گیا تھایہی بولا تھا ان لوگوں نے۔یاد تو ہوگا ہی تمہیں۔"وہ براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔۔آنکھوں میں تضحیک۔۔ریم کا چہرہ دھواں دھواں ہوگیا۔ہر ایک بات اسکے ذہن کے پردوں پہ روشن ہورہی تھی۔اچھی یادیں انسان بھلا بھی دے مگر بری یادیں تو مرتے دم تک من و

عن دل و دماغ میں یونہی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کو جیتے جی مار دیتی ہیں۔ آہستہ آہستہ کرکے ہر منظر صاف ہوتا چلا گیا۔

ان پیپرز پہ سائن کرنا ضروری ہے کیا۔ یہ ایسے بھی تو مجھے بچا سکتے ہیں۔ "اپنی ہی کہی گئی بات اسکی" سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔ اگرچہ انہوں نے اسے بچایا تھا لیکن پھر بھی اس کا معصوم دل ابھی اعتبار کرنے کو گھبراتا تھا۔ وہ بچی تھی مگر پھر بھی اتنی سمجھدار۔ وہاں بیٹھے نفوس کو اس سے اس قسم کی سمجھداری والی بات کی توقع نہیں تھی۔ اسی دوران اس نے ناک منہ چڑھاتے سامنے صوفے پہ پھیل کر بیٹھے ایک دبلے پتلے سے لڑکے کو دیکھا۔ وہ اس سے عمر میں کافی بڑا تھا۔ چہرے پہ ماسک ہونے کی بدولت وہ اس کا چہرہ تو نہ دیکھ پائی مگر اسکی آنکھیں اس میں موجود سرخی چھپائے نہیں چھپتی تھی۔ وہ اسے اتنی نفرت سے کیوں دیکھ رہا تھا۔ تیرہ سالہ ریم سہم سی گئی۔

نہیں جب تک تم ان کاغذات پہ دستخط نہیں کروگی۔ اسکا تم پہ کوئی حق نہیں ہوگا اور گڑیا یہ جو آج" آپ کے ساتھ ہوا ہے یہ پھر سے ہو سکتا ہے۔ ہمیں آپ کو کسی بھی حال میں محفوظ کرنا ہے اور آج کے بعد آپ کی حفاظت اس شخص کے ذمے ہوگی۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔ "ایک بھاری مشفقانہ آواز اسکی سماعتوں سے ٹکراتے اسے آنکھیں میچنے پہ مجبور کرگئی۔ وہ تو نجانے کب سے

بھول چکی تھی ان گزری تلخ باتوں کو۔اس کیلیے تو یہ باتیں بلکل بھی اہمیت کی حامل نہیں تھی جس پہ بیٹھ کر وہ گھنٹوں اپنا دماغ ضائع کرتی۔ہاں اس وقت وہ لوگ ریم کیلیے فرشتہ ثابت ہوئے تھے مگر آخر کب تک۔۔کب تک اس کا ذہن بھی ان باتوں کو خود میں محفوظ رکھتا۔جب وہ سب جانتے بوجھتے محافظ بننا بھول گیا تھا تو ریم تو پھر سرے سے لاعلم تھی۔ قاسم کی آواز ایک بار پھر اسے ماضی کی یادوں سے باہر کھینچ لائی۔

اصل میں وہ رات دھوکے کی رات تھی۔اس دن تمہیں تم سے جڑے ہر شخص نے دھوکہ دیا تھا" ریم جعفری۔وہ کاغذات اصل میں نکاح نامہ تھا جس پہ تمہاری رضامندی سے سائن کروا کے تمہیں میں نے اپنی زوجیت میں لیا تھا اور تم نے راضی خوشی اس پہ دستخط کرتے خود کو مجھے سونپا تھا۔دیکھو کیسا جال بچھایا میں نے۔میری جانب سے یہ فریب تھا مگر تمہاری پوری رضامندی شامل تھی اس میں۔سب نے تمہیں دھوکہ دیا ہے سب نے۔تمہارے اپنوں نے بھی۔"وہ اپنی جگہ منجمد اسے پلکیں جھپکائے بنا دیکھے گئی۔ہاں اسے یاد آگیا تھا۔سب یاد آگیا تھا۔اپنی بربادی کا وہ دن جس کے بعد اس نے ذلت بھری زندگی ہی کاٹی تھی۔جس کے بعد سیاہی اسکا مقدر ٹھہری تھی۔

یہ نن۔ نکاح نہیں ہو سکتا۔ لڑکی کے نکاح میں ولی کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے۔" قاسم جیسے اس" کے سوال کیلیے بلکل تیار تھا تبھی بے آواز ہنسا۔

ولی موجود تھا نا سویٹ ہارٹ۔ وہی موجود تھا۔ اب تم سوچو کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔ اب تم" سوچو۔۔۔۔"ریم کی حالت خراب ہونے لگی۔ یہ شخص اپنی باتوں سے ہی جیسے اسے جان سے مارنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا سر گرا گئی۔

مطلب تم میرے بچپن کے شوہر ہو اور اگر تم نے میری حفاظت کا ذمہ لیا ہی تھا تو پھر اتنے سال" کہاں تھے تم۔ کیوں لوگوں کو مجھ پہ باتیں بنانے کا موقع دیا۔ کیوں خاموش رہے تم۔"وہ حلق کے بل چلائی۔ اسکی آنکھوں کی نمی ایکدم گہری ہوئی تھی۔ لب کپکپائے تھے۔ مطلب وہ بچپن کا سب محظ ایک دھوکا تھا تو پھر اصل کیا تھا۔ چاہ کر بھی کوئی سرا اس کے ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔

نکاح تو ایک بہانہ تھا اصل میں تم میرے لیے بس وہ گوٹی ہو جسے مار کر مجھے اپنے انتقام کا راستہ" صاف کرنا تھا۔"ریم کا سانس جیسے حلق میں اٹکا تھا۔ آنکھوں میں وحشت اتری تھی۔ الفاظ گویا سلگتے ہوئے انگارے تھے۔ یہ سب بس انگلش ناولز میں پڑھا تھا اس نے اور کتنا خوبصورت لگتا تھا پڑھنے میں مگر اب جب یہ حقیقت بن کر اس کے سامنے تھا تو اس سے بھیانک کچھ نہیں لگ رہا

تھا۔ بچپن۔۔نکاح۔۔کاغذات۔۔اغواء۔۔ان الفاظوں کی بازگشت مسلسل اسکی سماعتوں میں ہورہی تھی۔اب توکسی بھی قسم کے شک کی گنجائش تھی۔ان کاغذات پہ اس نے اپنی بچگانہ لکھائی میں دستخط کیے تھے۔عکس واضح ہوگیا تھا۔

ویسے تم جانتی ہو کہ آج کیا تاریخ ہے؟اکیس جنوری۔شادی ہوئی تھی آج کے دن ہماری۔یونو" "ویڈنگ اینیورسری۔

ان شااللہ طلاق بھی اسی دن ہوگی۔"اسکی آنکھوں میں بے خوفی سے دیکھ کر بولتے وہ قاسم کو" ٹھٹھکا گئی۔اگلے ہی لمحے وہ مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسا۔

سب تمہیں استعمال کرتے ہیں اور تم خود کو استعمال کرنے دیتی ہو اب دیکھ لو۔وہ تمہارا ڈرائیور" کبیر بھی تمہیں استعمال کر رہا ہے۔ایک میں ہوں جو غلط کام کر کے بھی تمہاری مدد کر رہا ہوں اور وہ ڈرائیور جو اتنا اچھا ہو کر بھی موقع سے فرار ہو گیا۔اس سفر میں اس نے تمہیں تنہا کر دیا۔افسوس پھر بھی میں ٹھہرا برا اور وہ اچھا ہے نا تمہارے نزدیک۔"آگے کو جھک کر وہ محظوظ ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

میری ایک بات یاد رکھنا۔وہ کبھی تمہارا اپنا نہیں ہو سکتا ورنہ تمہارے گھر والے اب تک یہاں" آئے کیوں نہیں۔وہ جو بنا کہے تمہاری مدد کو آتا تھا جس کی آہٹ کو تم پہچان لیا کرتی تھی۔ آج وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آیا۔ آج وہ کیوں خاموش ہے۔ آج جب تمہیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے تو وہ منہ پھیرے کیوں بیٹھا ہے۔"نچلا لب بے دردی سے رگڑتی وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ مکمل طور پہ بھیگی ہوئی آنکھیں۔۔ سرخ پڑتا چہرہ۔۔

"تمہارا ڈرائیور تو اب نہیں آئے گا۔اب کیا کرو گی تم۔"

پلیز خاموش رہو۔"یاسیت بھرا لہجہ تھا اسکا۔ قاسم نے شانے اچکائے۔"

ایک کام ہو سکتا ہے۔ تم اس ڈرائیور کو بھول کر کوئی نیا ڈرائیور تلاش کر لو یا اگر تم چاہو تو میں بھی" تمہارے لیے ڈرائیور بننے کو تیار ہوں۔ تمہارا مسئلہ آرام سے حل ہو جائے گا۔"وہ مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسا۔ریم پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہی۔وہ سفاکی کی حد تک بے حس تھا۔

تمہاری زبان کہیں تالوں سے تو نہیں چپک گئی۔ حیرت ہے میں نے اتنا کچھ تمہارے اس ڈرائیور کو" کہہ دیا اور تم نے آگے سے زبان ہی نہیں چلائی۔ خیر ایسے مت دیکھو میں مذاق کر رہا ہوں۔"وہ

اب اپنی ہنسی پہ قابو پاچکا تھا۔ ریم نے بغیر کچھ کہے گردن موڑلی۔ اسے تعجب کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوا تھا۔ یہ شخص اسکی سوچوں سے بھی بڑھ کر گھٹیا تھا۔

تم بہت برے ہو قاسم۔" اس کے لبوں سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔ قاسم کرسی سے پشت ٹکا کر بیٹھتے بغور اسکا سرخ پڑتا چہرہ دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

اتنا بھی برا نہیں ہوں میں۔ تم خواہ مخواہ مجھے بدنام کرنے کی کوشش کررہی ہو۔" اس نے ریم کی بات کو ہوا میں اڑادیا۔

تم اس سے بھی کئی گناہ زیادہ برے ہو۔ جس انسان کے گھر میں یہ شراب یہ نشے کی چیزیں موجود ہو وہ ایک اچھا انسان کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے اسکی توجہ اپنے عقب میں رکھی حرام مشروب کی جانب مبذول کرائی۔ قاسم نے ذرا سا ترچھا ہو کر ان بوتلوں کو دیکھا اور مسکرایا۔ ریم کی آنکھیں جلنے لگی۔

جو لڑکیوں کی عزت کرنا نہ جانتا ہو وہ ایک اچھا انسان کیسے ہو سکتا ہے۔" آنکھوں سے تواتر آنسو بہنے لگے۔ وہ چیخنا چلانا چاہتی تھی مگر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حلق سے زبان کھینچ لی گئی ہو۔

"تم بہت زیادہ ظالم ہو قاسم۔"

زیادہ نہیں بس تھوڑا سا ہی تو ہوں ورنہ دنیا مجھے آج بھی شریف انسان ہی کہتی ہے۔" اس نے ریم کے رونے پہ شرارت سے آنکھ دبائی اور تمسخر اڑاتا قہقہہ لگایا۔ اس نے سر جھکا دیا۔ گرا دیا۔۔ جیسے ہار مان لی تھی سامنے بیٹھے شخص سے مگر وہ شخص بھی قاسم تھا۔ حملے سے باز کیسے آجاتا۔

وہ تمہارا ڈرائیور چہرے پہ جھوٹا نقاب چڑھا کر گھومتا ہے۔ وہ خود کو بلکل ویسا ہی دکھاتا ہے جیسا تم اسے دیکھنا چاہتی ہو میری جان۔" ہولے سے اسکا گال تھپتھپاتے وہ مسلسل اسکی سماعتوں میں صور پھونک رہا تھا۔ ریم کی حالت تو ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں ہمیشہ سے یہی چاہتی تھی کہ مجھے اپنے محرم سے محبت کرنی ہے۔ ایک پاک محبت لیکن تم تو ایک ناپاک شخص ہو۔ ایک ناپاک مرد میرا شوہر کیسے ہو سکتا ہے۔ جب میں نے خود کو سینت سینت کر رکھا ہے تو پھر تم جیسا آوارہ گھٹیا اور بدچلن انسان کیسے میرا شوہر ہو سکتا ہے۔" اسکے لبوں سے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی۔ قاسم نے کپ اٹھا کر سینک میں رکھتے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

نکاح کر کے ہو سکتا ہے بیوی۔ اتنا بھی نہیں جانتی کیا تم۔ خیر دنیا کی نگاہ میں تو تم بھی ناپاک ہی ہو۔" اس کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔ وہ رو رہی تھی اپنی قسمت پہ ماتم کناں تھی اور سامنے کھڑا شخص

ڈھیٹوں کی طرح مسکرا رہا تھا۔ہاں اسے تو مسکرانا ہی تھا اسکا بدلہ جو پورا ہوا تھا مگر اس سب میں ریم جعفری کا کیا قصور تھا۔وہ کیوں تباہ و برباد ہو گئی تھی۔

تم یہ بدلہ آخر کیوں لے رہے ہو۔"وہ گھوم کر اس کے سامنے آگئی تھی۔لہجہ بے تاثر مگر آواز کچھ بوجھل سی تھی۔

ایک ساتھ سب بتاؤں گا تو تمہاری طبیعت خراب ہونے کا خدشہ ہے۔آہستہ آہستہ جان نکالنے" میں جو مزہ ہے وہ ایک ساتھ میں کہاں۔"اس نے شدید غصے کے عالم میں اس پہ واضح کیا تھا۔اس سے قبل کہ وہ وہاں سے جاتا ریم نے اس کا بازو مضبوطی سے جکڑ لیا۔

ٹھیک ہے میں تمہیں مزید کچھ نہیں کہوں گی نہ پوچھوں گی لیکن پلیز مجھے ایک بار چھت پہ جانا" ہے۔کھلے آسمان تلے سانس لینا ہے پلیز۔منع مت کرنا قاسم۔"اسکی آنکھوں میں ویرانی ہی ویرانی تھی۔وہ جو اسے منہ پہ انکار تھمانا چاہتا تھا نجانے کس احساس کے تحت رک گیا۔۔تھم گیا۔۔اور سر اثبات میں ہلاتے اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

اس شخص کی قید سے اچھی تو پھر موت ہی ہے۔"ریم اس کے پیچھے چلتے دل ہی دل میں سوچ رہی" تھی۔

اگلے پانچ منٹ میں وہ کشادہ آسمان تلے تھی جہاں ابھی مکمل طور پہ تاریکی نہیں چھائی تھی۔ریم کی آنکھیں چھلک پڑی۔کپکپاتے ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرتے وہ نجانے کس احساس کے تحت ریلنگ کی جانب بڑھی۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے دیوار سے پشت ٹکائے وہ عجیب سی نگاہوں سے اسکی حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہا تھا جو کبھی ریلنگ سے نیچے جھانکتی اور کبھی انگلیاں مسلنے لگتی۔ سرخ رنگ کا وہی دو دن پرانا لباس اوڑھے وہ اداس سی لڑکی قاسم کو اس تاریک رات کا حصہ ہی معلوم ہوئی۔وہ مضبوط قدم اٹھاتے اسکی جانب آیا اور اسکی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔شاید وہ خودکشی کا سوچ رہی تھی۔

خودکشی کرنے کا سوچ رہی ہو بیوی؟"بے حد سنجیدہ تھا وہ۔"

میں اگر یہاں سے کود جاؤں تو تمہارا اگلا قدم کیا ہو گا قاسم۔"اسکا لہجہ جیسے بہت کچھ سوچے ہوئے" تھا۔اس نے صدماتی کیفیت میں ایک نگاہ ریم پہ ڈالی اور دوسری ریلنگ پہ جھکتے اسکی گہرائی پہ۔اگلے ہی لمحے اس نے لاپرواہی سے شانے جھٹکے۔

تمہارے جنازے کا انتظام سویٹ ہارٹ۔" پرسکون سا انداز تھا اسکا۔ ریم تڑپ کر پیچھے ہٹی اور خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ابھی تو اس نے کچھ کیا بھی نہیں تھا اور بات جنازے تک پہنچ گئی تھی۔

گھٹیا انسان۔ تمہارے گھٹیا پن کا لیول جان سکتی ہوں۔" تلملا کر بولتے اس نے سر جھٹکا۔"

ضرور تمہیں ہی تو سب جاننا ہے خاتون۔ ویسے گھٹیا تو میں بچپن سے ہی ہو بس ڈرنک اور سموکنگ" پندرہ سال کی عمر میں شروع کیا تھا۔" سکون سے بولتے وہ ریم کو بے سکون کر گیا۔ ایکدم کچھ سوچتے اس نے حلق تر کیا اور اضطرابی کیفیت میں انگلیاں مسلتے اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی کو گھمانے لگی۔ قاسم کی نگاہوں سے اسکی یہ حرکت مخفی نہ سکی۔ اس نے جھک کر بہت احتیاط بہت نرمی سے اس کے ہاتھ کو تھامتے اس کی انگلیوں کے پوروں کو چھوا۔ ریم کی آنکھیں اسکی جرأت پہ پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ سر بے ساختہ نفی میں ہلا۔ وہ بھلا اس کا ہاتھ کیوں تھام رہا تھا۔

تم ایسا نہیں کرسکتے قاسم۔" ریم کی آنکھوں میں تنبیہہ تھی۔ ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی" دوڑ گئی۔ ایک ہاتھ سے سختی سے گرل کو جکڑ لیا۔ آیا کہ اگر وہ ایسا ویسا کچھ کرے گا تو وہ چھت سے چھلانگ لگا کر اپنی جان لے لے گی۔

"کیوں نہیں کر سکتا۔بیوی ہو تم میری۔اب تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں اور تم نے بھی تو ابھی مجھے اپنا شوہر مانا ہے۔" مسکراتی نگاہوں میں ایسا کچھ تھا کہ ریم کا پور پور سلگ اٹھا۔اس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔اس شخص کی آنکھیں بولتی تھی۔بے تحاشہ بولتی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ ہر قسم کا کومپرومائز کرنے کو تیار ہوں بس مجھے اس قید سے رہا کر دو۔میں اپنے گھر بھی نہیں جاؤں گی۔اس گھر کا خیال تک ذہن سے نکال دوں گی بس یہاں سے ہسپتال جانے دو مجھے۔وہاں جا کر مجھے میرا کام کرنے دو۔یہی میرا اپیشن ہے پلیز۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ آس بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔جیسے جیسے رات کی تاریکی میں اضافہ ہو رہا تھا ویسے ہی سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ہوا کے زور سے سرسراتے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے اس نے باقاعدہ اپنے بازو سہلاتے انہیں گرمائش کا احساس بخشنا چاہا۔

"کیا خیال ہے ہسپتال یہی نہ تعمیر کر لیں۔اتنا ہی مریضوں کا خیال ہے تمہیں تو۔" دل جلانے والے انداز میں بولتے اس نے بھنویں اچکائی اور ایک نگاہ اس کے سردی سے سرخ پڑتے ننگے پیروں پہ ڈالی تھی۔وہ بغیر جوتوں کے اس لمحے چھت پہ کھڑی تھی۔بری طرح کپکپاتے وہ پیر پہ پیر رکھتے

انہیں مسلنے لگتی۔کچھ سردی کا احساس تھا تو کچھ سامنے کھڑے شخص کا خوف مگر اسکی بات سن ریم جل بھن کر رہ گئی۔کوئی اتنی سنجیدہ صورتحال کا مذاق کیسے بنا سکتا تھا۔

ہاں کرلو اس میں ایک مردہ خانہ بھی بنوانا سب سے پہلے تمہاری ہی ڈیڈ باڈی وہاں سجواؤں گی۔"مٹھیاں زور سے بھینچتے وہ تلملا کر بولی۔قاسم کے چہرے کے تاثرات فوراً سنجیدہ ہوئے۔ریم نے حلق تر کیا۔اسکی آنکھوں میں شدید اشتعال امنڈ آیا تھا۔اگلے ہی لمحے اس نے ہاتھ اٹھایا تو ریم نے سہم کر منہ تیزی سے دوسری جانب موڑ لیا۔اب اسکا ہاتھ اس کے بالوں پہ چلتے کیڑے کو ہٹا رہا تھا۔ریم اپنی جگہ تھم سی گئی۔وہ تو سمجھی تھی کہ اب وہ اس کے زبان چلانے پہ اس پہ ہاتھ اٹھائے گا۔وہ تو آزاد تھا نا۔حق رکھتا تھا۔۔مرد تھا۔۔حاکم تھا۔۔مالک تھا بلکل جعفری ہاؤس کے مردوں کی طرح۔۔کچھ بھی کر سکتا تھا۔

کیڑا تھا کاٹ جاتا تو تکلیف ہوتی۔"اسے دور پھینکتے وہ شانے اچکا کر لاپرواہی سے بولا لیکن اگلے ہی" پل اسے تھمنا پڑا۔ٹھٹھکنا پڑا۔وہ عجیب سے انداز میں اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ کیڑا تم سے تو کم ہی زہریلا ہوتا کم از کم مگر کچھ سوچ کر لبوں کو سختی سے آپس میں پیوست

کر گئی۔ سردی کا احساس بھی کہی دور جا سویا تھا۔ اسکی آنکھوں میں موجود تاثر سمجھ قاسم سر پیچھے گرائے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

تمہیں کیا لگا میں تم پہ ہاتھ اٹھاؤں گا۔ تم پہ اپنی برتری ظاہر کروں گا کیونکہ میں مرد ہوں اور" تمہاری زندگی کا ولن بھی تمہارے مطابق۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔ ریم نے پہلی بار اس کے چہرے پہ نرمی دیکھی۔

جیسے ہر ولن برا نہیں ہوتا بلکل ویسے ہی ہر ہیرو ہیرو کہلانے کے لائق بھی نہیں ہوتا خاتون۔ ولن" پیدا نہیں ہوتے بنائے جاتے ہیں۔" اس کا لہجہ ریم کو اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔ کانپتے ہاتھوں سے اپنی پیشانی مسلتے وہ خوفزدہ نگاہوں سے اس دھوپ چھاؤں سے انسان کو دیکھ رہی تھی۔

تم خود کے ساتھ بہت برا کر رہے ہو۔" تنبیہی انداز میں شہادت کی انگلی اٹھائی۔"

زندگی میں جتنا برا میں خود کے ساتھ کر سکتا تھا وہ میں نے تمہاری صورت میں کر لیا ہے" ڈاکٹر۔" لہجہ ہنوز مسکراتا ہوا تھا۔ دل کو جلاتا ہوا تھا۔

ڈوب کر مرو۔" وہ اس پہ لعنت بھیجتے اس سے قبل زینوں کی جانب بڑھتی اسکے سخت لہجے پہ تھم سی گئی۔ رخ موڑتے اسے دیکھا۔ وہ چہرے پہ سرد مہری لیے اسی کی جانب آ رہا تھا۔ ریم کا دل سکڑ کر پھیلا۔

"رات کو تیار رہنا۔ کچھ خاص ہے تمہارے لیے۔ جہاں بھی لے کر چلوں گا تمہیں چلنا ہو گا اور وہاں بنا کوئی تماشہ کیے جو کہوں گا وہ کرنا بھی پڑے گا ورنہ نتائج کی ذمہدار تم خود ہو گی۔ تمہارے باپ کو مارنا بلکل بھی مشکل نہیں لیے میرے لیے۔ ایک چٹکی بجاتے میں اسے مار سکتا ہوں اپنا بدلہ لے سکتا ہوں لیکن سوچا تمہاری صورت میں بدلہ لینے کا انداز کچھ الگ ہو گا۔ یاد رکھنا میری بات اور تیار رہنا۔" اسکی کنپٹی کو انگلی سے بجاتے وہ اسے یاددہانی کروا رہا تھا اور ریم تو جیسے موت کے دہانے پہ آ کھڑی ہوئی تھی۔ نجانے اب کونسے راز سے پردہ اٹھنا باقی تھا۔

* * * * * * * * * * * * *

دورانِ سفر ان سب کے مابین کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ کبیر کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائیاں تھی جو ابی جان اور حاکم کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔ ونڈ سکرین کے پار نگاہیں جمائے وہ اپنی شیو سہلاتے نجانے کن سوچوں میں غلطاں تھا۔ بھوری آنکھوں میں ایک اضطراب ٹھہرا ہوا تھا۔

گھر پہنچ کر بھی پہلے اسکا سامنا کسی سے نہ ہوا مگر صائمہ بی کی حالت اسے اس حال میں دیکھ بری ہو گئی۔ وہ مسلسل رو رہی تھی اور کبیر انہیں ہلکان ہوتا دیکھ مسلسل انہیں پر سکون رہنے کا بول رہا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی مہرماہ کے سامنے نہ آنے پہ کیونکہ عموماً وہ نیچے لاؤنج میں ہی پائی جاتی تھی۔ وہ اتنی نرم لڑکی تھی کہ کسی کی چوٹ پہ خود کو ہلکان کر لیتی تھی مگر آج اسکی چوٹ پہ وہ حال بھی پوچھنے نہیں آئی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ انہی سوچوں میں غرق ہوتا چلا جاتا اپنی جانب آتی پھپھو اور تائی جان کو دیکھ وہ نا چاہتے ہوئے بھی سنبھل کر بیٹھا۔ جانتا تھا اب ان کی زبان ضرور زہر اگلے گی۔ کچھ دیر بعد اسارہ بھی ڈرائے فروٹس کی پلیٹ ہاتھ میں تھامے وہی چلی آئی۔ پر سکون سی صوفے پہ بیٹھی وہ جیسے کسی مووی کا سین انجوائے کرنے کی کوششوں میں تھی۔ کبیر نے ایک ناگوار نگاہ اس پہ ڈال کر ہٹالی۔ سختی سے دانت پہ دانت جماتے وہ انگلیوں سے صوفے کی ہتھی کو بجاتے اپنے اضطراب کو کم کرنے کی کوششوں میں تھا۔

کیسے ہو کبیر۔" تائی جان کی آنکھ میں محسوس کیے جانے والا استہزاء تھا۔ کبیر کی سرد نگاہیں تائی" جان کے چہرے پہ جمی تھی۔ انگلیوں کی حرکت بھی تھم گئی۔ ترچھی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ آنکھوں میں جھلاہٹ اتری۔

تم نے تو کہا تھا کہ تم بہت اچھے سے ریم کا خیال کرو گے۔ تم تو اسے کہی باہر ہی چھوڑ آئے۔ یہ کیسا خیال ہے۔" کبیر خاموشی سے اگلے چند لمحوں تک انہیں دیکھتا رہا۔ صائمہ بی نے اس کے چہرے پہ پھیلتی سرخی دیکھ بمشکل حلق تر کیا اور گھبرا کر اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ نہیں چاہتی کہ مشتعل ہوتے وہ کسی غلط لفظ کا انتخاب کرے جو بعد میں اسی کے آگے آجائے گی۔

بڑی بی بی ابھی کبیر کی حالت ٹھیک۔" اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتی پھپھو نے ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید بولنے سے باز رکھا۔ صائمہ بی کی آنکھوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔

لگتا ہے کبیر صاحب کے سر سے محبت کا بھوت اتر گیا ہے۔ خاموش کیوں ہو اب۔ تمہیں تو بہت "یقین تھا ناریم پہ۔

اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔" اس کا لہجہ بے حد پر سکون اور ٹھنڈا تھا۔ اسمارہ کے وجود میں " پھریری سی دوڑ گئی البتہ پھپھو اس کے جواب پہ جل بھن کر رہ گئی۔

ایک لڑکا جو ہمارے گھر کا ڈرائیور ہے وہ ہمارے ہی گھر کی عزت کو اپنے ساتھ لے کر گیا اور پھر وہ" تو زخمی حالت میں لوٹ آیا مگر وہ لڑکی واپس نہ آئی۔ اس سب سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے۔ کہی تم نے ہی تو کچھ غلط۔" کبیر نے سختی سے لبوں کو آپس میں پیوست کرتے ایک کرخت نگاہ ابی جان پہ

ڈالی۔وہ چاہتا تھا کہ وہ خود ہی پھپھو اور تائی جان کو خاموش کروالیں کیونکہ اگر وہ بولتا تو لازماً ان کی توہین ہو جاتی لیکن ابی جان کی پر سوچ نگاہیں پھپھو اور تائی جان پہ جمی دیکھ کبیر کی آنکھوں کی سرخی بڑھی۔اب اسے ہی بولنا تھا اور وہ غلط بات کہنے والوں کا منہ بند کرنا بھی بخوبی جانتا تھا۔

آپ کو اتنی فکر کس چیز کی ہو رہی ہے بڑی مالکن۔میرا انہیں خیال بی بی جی کے ساتھ اگر کچھ بھی" ہوا ہے تو آپ کا یوں کنسرن شو کرنا بنتا ہے۔جو لاتعلقی ان کی موجودگی میں آپ ان سے دکھاتی ہیں وہ اب بھی برقرار رکھیں یا پھر کہی اس سب کے پیچھے آپ میں سے کسی کا ہاتھ تو نہیں۔ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں اسارہ بی بی۔"سانپ کی طرح پھنکار کر اس نے پوچھا تھا۔بالآخر اس کا قفل ٹوٹا تھا۔ڈرائے فروٹ کھاتی اسارہ اچھل کر صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ایک لمحے کے اندر اندر ان تینوں کے چہروں کی رنگت اڑ چکی تھی۔وہ ابھی ریم کے نکاح کی بات کسی کے سامنے ہی نہیں کھولنا چاہتا تھا ورنہ انہیں مزید غلط بات کرنے کا موقع ملتا تبھی مضبوطی سے بولتے ان کے سامنے ڈٹ کر کھڑا تھا۔اپنی کمزوری وہ چاہ کر بھی کسی پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس کے یوں بولنے پہ صاف ظاہر تھا کہ جیسے ایک بادشاہ کی جان طوطے میں ہوتی ہے بلکل ویسے ہی کبیر جاہ کی جان ریم جعفری میں تھی۔اس کے بارے میں کچھ بھی غلط سنتے ہی وہ بھڑک اٹھتا تھا۔وہ ان سب پہ اپنی کمزوری ظاہر کر چکا تھا۔

تم اپنی بکواس بند رکھو۔اپنی اس بی بی جی کا گناہ ہمارے سر تھوپنے کی ضرورت نہیں ہے۔گھر سے "خود بھاگی ہے اپنی عیاشیوں کی خاطر اور الزام ہمارے سر پہ۔۔"

بی بی جی کے خلاف اگر کسی نے ایک بھی لفظ نکالا تو زبان گدی سے کھینچ نکالوں گا۔جانتے تو ہونگے" ہی آپ لوگ اپنے قول و فعل کا کتنا پکا ہوں میں۔"شہادت کی انگلی اٹھاتے اس نے ایک شدید غصے کے عالم میں ان سب پہ واضح کیا تھا۔اسکی بھوری آنکھوں میں غیض و غضب کا بڑھتا تاثر اسمارہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑا گیا۔وہ ڈرائیور تھا اس کے سامنے کس حق سے زبان چلا سکتا تھا۔وہ مشتعل تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ریم کے خلاف بولتے ہر شخص کی جان نکال لے۔

میں بھی تو یہ بول سکتا ہوں کہ اس سب کے پیچھے آپ کا ہاتھ ہو سکتا ہے بڑی مالکن۔آپ بھی تو بی" بی جی سے نفرت کرتی تھی اور اسی نفرت میں آپ کسی بھی حد تک گر سکتی ہیں۔"اس نے سوالیہ آبرو اچکائی۔لہجہ حتی الامکان سخت ہی رہا۔

تم اس طرح بات نہیں کر سکتے ہم سے۔ہو کون تم۔۔؟اوقات کیا ہے تمہاری۔مت بھولو رہو" گے تم اس گھر کے ایک معمولی ڈرائیور ہی۔وہی بد صورت صورت اور سیرت والے۔صورت تو تمہاری شروع سے ہی بد صورت تھی مگر اب اس واقع کے بعد سیرت بھی خوب پتہ چلی ہے۔تم

اس گھر والوں کے ٹکروں پہ پلنے والے ایک معمولی ملازم ہو۔" اسکی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ آنکھوں میں تمسخر لبوں پہ دل جلانے والی مسکراہٹ۔ وہ اسے اسکی اوقات یاد دلا کر بے حد خوش تھی۔ پرسکون تھی۔

اسمارہ اپنی زبان کو لگام دو اور کبیر تم اپنے کمرے میں چلو۔" یکایک ابی جان کی آواز بلند ہوئی تھی" لیکن وہ بغیر ان کی سنے بے خوفی سے کبیر کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

پلتی تو آپ بھی اسی گھر والوں کے ٹکروں پہ ہیں اسمارہ بی بی ہاں وہ الگ بات ہے کہ آپ کے نام" کے ساتھ بس ملازم نام کا دم چھلا نہیں ہے۔" اسمارہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جب وہ بولا تو اسکا لہجہ ہموار تھا۔

یو بلڈی۔۔" وہ سلگ کر اس سے پہلے چلاتی کبیر نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روکا تھا۔"

اگر عزت دینا جانتا ہوں تو عزت کروانا بھی جانتا ہوں۔ مائنڈ یو اسمارہ بی بی۔" مضبوط قدم اٹھاتے" وہ اسکے عین مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔ اب وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا۔ نہ خوف کا تاثر تھا نہ وحشت تھی آنکھوں میں۔ پھپھو کے سینے پہ تو سانپ لوٹنے لگے البتہ تمام مرد حضرات نے شدید حیرت کے عالم میں اسے دیکھا۔ آخر اسے اتنا مضبوط کر کس چیز نے دیا تھا۔

"یہ دونوں اپنا گناہ چھپانے کی خاطر۔۔"

اپنی عزت کی مجھے پرواہ نہیں مگر بی جی کے خلاف یہ سب بول کر آپ میری نگاہ میں ان کی" عزت کم نہیں کر رہی بلکہ بڑھا رہی ہیں پھپھو۔"کبیر کے چہرے کے تاثرات ایک لمحے کیلیے بدلے تھے۔ان کی آنکھوں میں جھانک کر پورے اعتماد کے ساتھ بولنے والا وہی کبیر تھا جو سر اٹھا کر ان سے بات کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔

سب مرد خاموش ہیں تو کیا لگا آپ لوگ کچھ بھی بولیں گے اور میں بھی باقیوں کی طرح خاموشی" اختیار رکھوں گا۔زندہ ہوں ابھی مرا نہیں ہوں جو بی جی کے خلاف محاذ شروع کر دیا ہے آپ سب نے۔بچانے تو پھر بھی ہمیشہ مجھے ہی آنا ہے۔ویسے بھی خوبصورت خواب حقیقت کا روپ دھاڑنے میں کچھ وقت لیتے ہیں اور مجھے بس اسی وقت کا انتظار ہے۔"اسمارہ کی خوف سے پھیلی آنکھوں کو اپنی آنکھوں کے فوکس میں لیتے وہ غرایا۔اس کا سانس سینے میں ہی اٹک گیا۔کس قدر یقین اور استحقاق بول رہا تھا اسکے لہجے میں۔جیسے ایک بار پھر۔۔ایک بار پھر ریم جعفری لوٹ کر کبیر جاہ کے پاس ہی آئے گی۔جیسے صرف وہی اسکی محفوظ پناہ گاہ ہو۔

کبیر بس اب بہت ہو گیا۔پہلے بھی وہ لڑکی ہمارے لیے اذیت کا باعث بنی ہے۔اب ایک بار پھر" سے ہمیں اسی اذیت سے روشناس کروا رہی ہے۔"اس دوران حاکم کے چہرے کا بدلا ہوا رنگ کبیر کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہا۔ نجانے کیوں بھوری آنکھیں ان کے سہمنے پہ مسکائی تھی۔ چہرے پہ یکلخت کرختگی چھا گئی۔ اس نے نگاہوں کا زاویہ بدلتے صائمہ بی کا ہاتھ تھاما تھا۔

منحوس وہ نہیں اس گھر میں بسنے والے لوگ ہیں جو اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنے کیلیے ایک معصوم" عورت کی ذات کا نشانہ بناتے ہیں۔"ایک ایک لفظ چبا کر بولتے اس نے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں ان سب پہ ان کی اوقات واضح کی تھی۔ اس کی بات پہ ان سب کی حالت ایسی تھی گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ کیسی گہری بات کہی تھی اس نے مگر ان سب کے ضمیر تو مردہ ہو چکے تھے تو بھلا کیوں زیادہ دیر تک اس بابت سوچتے اور سمجھتے۔ انہیں تو کسی بھی حال میں اپنے اندر کی بھڑاس نکالنی ہی تھی اور وہ بلا جھجک نکال رہے تھے مگر کبیر جاہ ان بے حسوں میں شمار نہیں ہوتا تھا۔

اس نے ریم جعفری کو اپنے دل میں بہت اونچا مقام دیا تھا۔وہ اس عورت سے محبت سے زیادہ عزت کرتا تھا۔

صائمہ بی کا ہاتھ تھامے اپنے کمرے میں جاتے جاتے وہ کچھ سوچ کر تھما اور گہرا سانس بھرتے ابی جان کے عین نزدیک آکھڑا ہوا۔ انہوں نے نجانے کس احساس کے تحت آنکھیں اٹھا کر کبیر کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شکوہ وہ بخوبی پڑھ سکتے تھے اور اس قسم کے شکوے وہ کبیر کی آنکھوں میں اکثر پیشتر دیکھتے تھے۔

میری ایک بات یاد رکھیے گا بڑے مالک۔ عورت کو جھکانا مردانگی نہیں۔ عورت کی خواہشات کے " آگے مسکرا کر خود کو جھکا لینا مردانگی ہے مگر آپ نے ہر بار۔۔ ہر بار عورت کو جھکایا ہے توڑا ہے اور ختم کر دیا ہے۔" اپنی بات مکمل کرتے وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ لاؤنج میں کھڑے سب افراد کبیر کی چوڑی پشت تکتے رہ گئے۔ وہ غصیلا تھا سب جانتے تھے مگر ریم جعفری کے خلاف بولنے والوں کیلیے وہ جانور کیوں بن جاتا تھا۔ ہر حد پھلانگ جاتا تھا۔ لحاظ بھول جاتا تھا۔ نجانے کیا تھی ریم جعفری کبیر جاہ کیلیے۔۔؟؟

****

کبیر۔" صائمہ بی کی آواز پہ وہ جو گہرا سانس بھرتے بیڈ پہ بیٹھ رہا تھا کچھ حیرت سے سر اٹھا کر انہیں" دیکھا اور بھنویں اچکائی۔ وہ اس کے سامنے ہی بیڈ پہ جگہ سنبھال چکی تھیں۔ ان کی خاموشی پہ کبیر کو

عجیب سا احساس ہوا۔ چہرے سے خاصی مضطرب لگ رہی تھی جیسے کچھ بولنے کیلیے الفاظ کا مجموعہ اکٹھا کر رہی ہو۔ وہ سنبھل کر ان کے نزدیک ہو کر بیٹھا اور ان کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔

اگر آپ بھی اس گھر والوں کے بارے میں کوئی بات کرنے والی ہیں تو پلیز اماں۔" وہ معترض" تھا۔ فلحال وہ اس بابت نہ کچھ سننا چاہتا تھا اور نہ ہی کہنا۔ ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پہ اپنا موبائل اور کی چین رکھی۔

کیا ہو گیا ہے تجھے کبیر۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ حقیقت سے نظریں پھیرے رکھیں۔ کبھی" نہ کبھی تو اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہی ہو گا نا کہ بی بی جی اغواہ ہو چکی ہیں اور ان کا کوئی سراغ نہیں مل پایا اب تک۔ تم خاموشی سے میری باتیں سنو بس۔" ان کا لہجہ قطعی تھا۔ کبیر کی بھوری آنکھوں میں تحیر سمٹ آیا۔ یہ لہجہ یہ طور اطوار اسکی ماں کے تو کبھی نہیں رہے تھے۔ اس کی بھوری آنکھوں میں ایک کرب ٹھہر گیا۔ کف فولڈ کرتے اس کے ہاتھوں کی حرکت تھمی۔ اپنی آبرو کے کٹ کو سہلاتے وہ اب اپنی مکمل توجہ انہی پہ ٹکائے بیٹھا تھا۔ کچھ دیر تو ان کے درمیان خاموشی حائل رہی معاً جنوری کی تیز اور ٹھٹھرا دینے ہواؤں کی بدولت کھڑکی کے زور سے ہلنے کی آواز نے ماحول میں خلل پیدا کیا تھا۔ پردے ہوا کے زور سے لہراتے ایک عجیب سا منظر پیش کر رہے تھے۔

ریم بی بی کا کچھ پتہ نہیں ہے اور آگے بھی نا معلوم کب کچھ پتہ چلے گا۔ تم نے کیا سوچا ہے "اب؟" وہ سیدھے سبھاؤ پوچھ رہی تھیں۔ بات کو گھمانے پھرانے کی بجائے وہ اصل بات کی جانب آئی تھی۔ کبیر چہرہ جھکائے بیٹھا نجانے کن سوچوں میں غلطاں تھا۔ وہ صدمے میں تھا کہ سامنے بیٹھی عورت وہی ہے جو اسے ریم کی آنکھ میں آنسو نہ لانے کی تلقین کر رہی تھی اور اب ایکدم سے اس لڑکی کیلیے اتنی اجنبیت۔ گہرا سانس بھرتے وہ اپنی دائیں ٹانگ ہلانے لگا۔ ہاتھ کی مٹھی بند کر کے کھولتے وہ اپنی پریشانی کم کرنے کی کوششوں میں تھا جو صائمہ بی کی باتوں سے اسے ہو رہی تھی۔ گردن کو دائیں بائیں ہلاتے اس نے اپنے وجود کو اکڑاہٹ کو کم کرنا چاہا۔ سینے میں ایک عجیب سی گھٹن کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ کیسی بات تھی عورت ذات فقط ایک رات۔۔ ایک رات بھی باہر لیں یا غائب ہو جائے تو اس پہ داغدار ہونے کا دھبہ لگ جاتا تھا۔ یہاں مردوں سے سوال کرنے والا کوئی نہیں تھا مگر عورت کے وجود پہ سوال اٹھانے والے سب تھے۔ وہ مرد تھا مگر صرف مرد۔۔ بے غیرت مرد نہیں جو اپنی انا کی تسکین کیلیے عورت ذات کو تماشہ بناتا۔ اسے بس یقین تھا تو وہ زندگی کی آخری سانس تک قائم رہنا تھا پھر چاہے درمیان میں کتنی بھی رکاوٹیں کیوں نہ آجاتیں۔

وہ مل جائیں گی اماں۔میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا دنیا کے کسی بھی کونے سے بھی۔ پھر چاہے اس" کیلیے مجھے اپنا آپ ہی کیوں نہ کھونا پڑے۔"وہ گہرا سانس بھرتے نروٹھے لب و لہجے میں گویا ہوا۔لہجے میں محسوس کیے جانے والا احتجاج تھا۔صائمہ بی نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔وہ سوال سے قبل ہی انہیں جواب دے چکا تھا۔پیشانی پہ بل پڑے۔استہفامیہ انداز میں بھنویں اچکاتے انہوں نے اسے یوں دیکھا جیسے پوچھنا چاہتی ہو کہ پھر۔وہ مضبوط قدم اٹھاتے کمرے سے ملحقہ کھڑکی کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے وہ آسمان پہ چھار ہی سیاہی کو بغور تک رہا تھا۔سیاہ شلوار قمیض پہنے شانوں سے لپٹی سیاہ چادر اوڑھے وہ انہیں تھکا تھکا سا محسوس ہوا۔نگاہیں ایک ہی منظر پہ متحرک تھی۔چہرہ جذبات سے عاری تھا۔

وہ جیسے ہی ملیں گی میں انہیں اس قید سے رہائی دلوادوں گا اماں۔میں ان سے شادی کروں" گا۔"اس کا لہجہ حتمی تھا۔

شادی تو اس وقت ہو گی جب وہ واپس لوٹے گی اور تمہارے لیے کیا صرف وہی لڑکی رہ گئی ہے جو" اغواء شدہ ہے کبیر۔نجانے کس کے پاس ہے کس حالت میں ہے۔"صائمہ بی نے تیکھے انداز میں اس سے بازپرس کی تو کبیر کا دل دھک سے رہ گیا۔انہوں نے جیسے اسے آگاہی دی تھی۔ایک بار

پھر اسے سمجھانے کی سعی کی تھی۔رخ موڑتے اس نے بے یقینی کی کیفیت میں اپنی ماں کو دیکھا۔یہ الفاظ کیا سچ میں انکے تھے یا وہ کسی اور کی زبان بول رہی تھیں۔

"تم خود ہی سوچو ایسی لڑکیاں کہاں شادی کے قابل۔"

بس اماں پلیز۔"وہ بے بسی سے کرسی پہ گرنے والے انداز میں بیٹھا۔آنکھوں میں خون اترا ہوا" تھا۔لہجے میں واضح تنبیہہ تھی۔کھڑکی سے آتی سرد ہواؤں کی بدولت صائمہ بی نے اٹھتے کھڑکی کے دونوں پٹ بند کیے اور دوبارہ اسکی جانب متوجہ ہوئی۔وہ سر گرائے نجانے کیا کچھ سوچ رہا تھا۔ضبط کی انتہا پہ بیٹھے اسکے ماتھے کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھیں۔وہ خاموش رہا۔بھڑکا نہیں تھا۔

میں ان کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سن سکتا۔میں ان کے بارے میں خود کو بے حد بے بس" پاتا ہوں اماں۔ان کیلیے چاہے یہ انتظار زندگی بھر کا ہی کیوں نہ ہو۔کبیر جاہ کرے گا۔"آنکھوں کو مسلتے اس نے بہت آہستگی سے صائمہ بی سے کہا۔صائمہ بی اس کی آنکھوں میں ایک آگ دیکھی۔درد دیکھا۔اذیت دیکھی۔تڑپ دیکھی۔

نجانے تم کیا کچھ سوچے ہوئے ہو۔میری بلا سے جو مرضی کرو۔اب ماں کی اہمیت اس لڑکی سے کم" ہو گئی ہے نا۔تم تو ابھی اس سب سے بھی واقف نہیں ہو جو تمہاری غیر موجودگی میں یہاں ہوا

ہے۔" ایک غصیلی نگاہ اس پہ ڈالتے وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کبیر نے اشتعال کے عالم میں اپنے سر کے بالوں کو پیچھے کیا اور بیڈ کراؤن سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا۔

آپ کہاں ہیں میں نہیں جانتا مگر ایک چیز کا اعتراف میں کرنا چاہتا ہوں آج کہ آپ کل بھی" میرے لیے خاص تھی آج بھی خاص ہیں اور زندگی بھر رہیں گی۔" جلتی آنکھیں موندتے اس نے اذیت سے سوچا۔

ذہن میں ایک بار پھر وہ منظر پوری شدت سے گھوما تھا جب وہ انجان شخص ریم کے چہرے پہ رومال رکھتے اسے لے جارہا تھا اور وہ بے بسی کی انتہا پہ کچھ نہ کر سکا تھا۔ کچھ بے چینی سے اپنا سینہ مسلتے وہ ایک بار پھر کھڑکی کے پاس آکھڑا ہوا۔ نجانے وہ کتنے ہی لمحے وہی جما رہتا کہ اس دوران کسی کی بھاری مردانہ آواز نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ ناچاہتے ہوئے بھی سماعتیں اس جانب مبذول ہوئی۔

مہرماہ کو ابھی ہی لگام ڈالنی ہو گی بابا جان ورنہ یہ بھی اپنی بہن کی طرح ہمارا منہ کالا کر دے" گی۔ انہیں تو اب بیٹی کہنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔" اس کے کمرے کی کھڑکی باہر لان کی جانب کھلتی تھی۔ روشنی کی سیدھی لکیر ایک کونے میں موجود گھنے درخت کی ایک جانب پڑ رہی تھی۔ وہاں

سایہ محسوس کر کبیر کی آنکھوں میں ایکدم سرد مہری بھری۔ آواز تو وہ صاف محسوس کر گیا تھا۔ چہرے کے تاثرات سرد ہوئے۔ وہ اب مہرماہ کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟ اس چھوٹی سی لڑکی پہ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے تھے اسے ایک بڑی عمر کے مرد کے ساتھ۔ صدیقی صاحب جیسے عیاش مرد کو وہ بخوبی جانتا تھا جن کی آنکھوں سے ہی ہوس ٹپکتی تھی۔

یہ حاکم کی تنفر بھری آواز تھی۔ ان کے عین سامنے ایک اور شخص کا سایہ محسوس ہوا تھا لازماً وہ ابی جان ہی تھے۔ کھڑکی کے پٹ پہ کبیر کی گرفت مضبوط ہوئی۔ اب وہ کسی سے فون پہ بات کرنے میں محو تھے۔

کل کی آوارڈ نائٹ فنکشن آپ ہی ارینج کروا رہے ہیں نا صدیقی صاحب۔" حاکم کے لہجے میں غرور" بول رہا تھا۔ نجانے آگے سے انہوں نے کیا جواب دیا تھا کہ وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔ کبیر کی پیشانی پہ لاتعداد شکنیں نمودار ہوئی۔ شاید ابی جان کے کہنے پہ حاکم نے موبائل کا سپیکر کھولا تھا۔ اب وہ صدیقی صاحب کی آواز بھی بخوبی سن سکتا تھا۔

میں ہر وقت آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ آج کی پروگریس اچھی ہے یا بری۔ سب کی نگاہوں" میں اچھے ہی رہیں گے اور اس مروان نامی کانٹے کو بھی میں کھینچ کر باہر نکال پھینکوں گا پھر چاہے

مجھے کوئی بھی حد کیوں نہ پار کرنی پڑے۔اس کیلیے میری ایک شرط ہے اور وہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔" حاکم نے ذراسی نگاہ اٹھا کر ابی جان کو دیکھا۔ساپے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے انہوں نے سر ہلایا تھا۔

میں اس رشتے کو قبول کرتا ہوں صدیقی صاحب۔ایک بیٹی نے تو منہ پہ سیاہی ملنے میں کوئی کسر" نہیں چھوڑی۔اس سے پہلے چھوٹی بھی اسکے قدموں پہ چلے میں اسے آپ کے حوالے کر دینا چاہتا ہوں۔آپ اس سے نکاح کرسکتے ہیں۔میری مکمل رضامندی اس میں شامل ہو گی۔خیر اب کچھ دیر میں پارٹی میں ملاقات ہوتی ہے۔" کبیر نے لب بھینچے اور بنا آواز پیدا کیے کھڑکی بند کر دی۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ خاموش ماحول میں ذراسا بھی ارتعاش پیدا ہو اور حاکم کو اس بابت علم ہو کہ وہ ان کی باتیں سن چکا ہے۔اسی دوران صائمہ بی کی باتیں اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔بنا اپنی تکلیف کی پرواہ کیے وہ کمرے کا دروازہ کھولتے اس سے قبل باہر کی جانب بڑھتا دروازے کے پار کھڑی مہرماہ کو دیکھ اپنی جگہ پہ تھم گیا۔وہ جو کبیر سے اس کی طبیعت کے بابت استفسار کرنے آئی تھی انگلیاں مسلتے حلق تر کر گئی۔وہ کچھ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔نا سمجھی تو کبیر کی آنکھوں میں بھی در آئی تھی۔گال پہ پھسلتی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے وہ بے چینی سے نگاہیں یہاں وہاں دوڑانے لگی۔متورم آنکھیں بے طرح سے سرخ ضرور تھی مگر نم نہیں۔

چہرے پہ کسی قسم کا تاثر نہیں تھا مگر آنکھوں میں ایک بے نام سی خفگی لہرا رہی تھی شاید غصہ بھی تھا۔

آپ کو اپیا کو اس زندان سے نکال لے گئے تھے پھر میری اپیا کو کہاں چھوڑ آئے۔"لہجہ بے تاثر" تھا مگر آواز کچھ بوجھل سی تھی۔ناچاہتے ہوئے بھی لبوں سے شکوہ پھسل گیا تھا۔

آپ کیسی ہیں چھوٹی بی بی۔"اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے اس نے دھیرے سے" پوچھا۔آنکھوں میں بلا کی نرمی تھی۔

کیسی ہو سکتی ہے وہ لڑکی جس کی بہن نجانے کہاں ہو اور اس پہ میرے سامنے الزامات پہ الزامات" لگ رہے ہو۔پورا خاندان جس کے خلاف ہو گیا ہو۔"وہ بھرائے لہجے میں بولتی اسے ٹھٹھکا گئی۔کبیر نے لب بھینچے۔آنکھوں میں سرخی پھیلی۔یکلخت ایک منظر دیکھ نجانے کیوں اسکی آنکھیں پھیلی۔ذرا سا ترچھا ہوتے اس نے مہرماہ کا سرخ پڑتا پھولا ہوا گال دیکھا۔اگلے ہی پل ان بھوری آنکھوں میں ناگواری کے ساتھ سختی بھی در آئی۔وہ اتنی کمزور اور بے بس کبھی نہیں تھی جتنی اب ہو رہی تھی۔

آپ پہ ہاتھ اٹھایا ہے کسی نے۔"سوال بے حد اچانک کیا گیا تھا۔اس کا لہجہ حد تک بر فیلا تھا۔مہرماہ" کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔شانوں پہ پھسلتا ڈوپٹہ درست کر اس نے بمشکل اپنے حواسوں پہ قابو پایا۔مہرماہ نے چہرہ جھکا لیا۔لبوں پہ قفل تھا۔آنکھوں میں ویرانی ہی ویرانی تھی۔آہستگی سے نفی میں سر ہلاتے اس سے قبل وہ پلٹتی کبیر کی بھاری آواز نے اس کے قدم روک لیے۔وہ رکی مگر پلٹی نہیں۔

وہ آپ کے گال پہ نشان تھا۔"مہرماہ کی حالت غیر ہو گئی۔وہ کس قدر غور سے دیکھتا تھا۔جس نشان" کو وہ بالوں کی اوٹ میں ڈھکتے اس کے پاس آئی تھی وہ اسے بھی دیکھ چکا تھا۔خوف کے مارے پلکیں لرز کر رہ گئیں۔

نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔"اس نے سختی سے کبیر کی نفی کی۔"

جھوٹ مت بولیں مہرماہ بی بی۔ہم اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں پھر نشان تو بہت واضح ہے۔"اس" کے لہجے کا ٹھہراؤ دیکھنے لائق تھا۔مہرماہ نے پلکیں جھپکتے مسلسل اپنے آنسوؤں پہ قابو پایا۔کبیر نے اس کے لبوں کی کپکپاہٹ صاف محسوس کی تھی۔وہ خوفزدہ تھی بے حد خوفزدہ۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس کے بولنے کا منتظر تھا۔اسکی یہ حالت کبیر کو دوہری اذیت سے روشناس کروا گئی۔اسکی

آنکھوں میں نرمی دیکھ مہرماہ کا شدت سے جی چاہا کہ اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دے۔اس نے ہمیشہ کبیر کو مناف کی طرح ہی بھائیوں کی نگاہ سے دیکھا اور عزت دی تھی۔

ڈیڈی اپیا کے بارے میں بہت غلط باتیں بول رہے تھے۔میں نے بس انہیں منع کیا تو انہوں نے" مجھے مارا۔کسی نے بھی ان سے کچھ نہیں کہا۔کوئی انہیں کچھ کہہ سکتا ہی کب ہے۔پھپھو تائی جان اسارہ اپیا سب غلط باتیں بول رہے تھے۔پہلے ریم اپیا کے بارے میں اور پھر مہیر اپیا کے بارے میں بھی۔" آنکھوں کو بے دردی سے مسلتے وہ ہنوز روتے ہوئے بھاری لہجے میں بولی۔دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا وہ اس کی باتیں سن ساکت و جامد کھڑا تھا۔اچانک اسے احساس ہوا کہ یہ درست نہیں۔اگر کوئی انہیں یوں دیکھ لیتا تو نجانے کیا نتیجہ اخذ کرتا۔

یہاں انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔مگر میں کہہ سکتا ہوں اور لڑ بھی سکتا ہوں۔خیر آپ میرے ساتھ" لان میں چلیں یہاں کھڑے رہنا مناسب نہیں۔" بالآخر اس نے خاموشی کا روزہ توڑا تھا۔ایک سسکی بھرتے اس نے بائیں گال کو رگڑا۔

آپ میرے لیے کیوں لڑیں گے۔" اس کا تیزی سے بھاگتا دوڑتا ذہن کبیر کی پہلی بات پہ ہی تھم" گیا۔۔رک گیا۔۔ٹھہر گیا۔۔آنکھوں میں استعجاب سمٹ آیا۔

کیونکہ آپ بی بی جی کی بہن ہیں اور میرے لیے ان سے جڑا ہر رشتہ عزت کے قابل ہے۔" مہرماہ نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔ اگلے ہی پل اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی۔ اس کے لہجے کی نرمی سے اس کا دل ایک ساعت میں موم کر دیا تھا۔ کہاں سنا تھا ایسا نرم لہجہ وہ بھی کسی مرد کا۔

آپ اپیا کو ڈھونڈ کر لائیں گے نا۔" اس نے فق ہوتی رنگت سمیت پوچھا۔ آنکھوں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔

پہلے بات صرف عزت کی تھی مگر اب عزت کے ساتھ ساتھ محبت بھی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں" آپ کی اپیا بہت جلد ہمارے درمیان ہونگی اور کبیر جاہ اپنے وعدوں سے پھڑنے والوں میں سے نہیں ہے۔" اس کا لہجہ بے حد نرم اور پر سکون تھا۔ یقین دہانی کرواتا ہوا۔ وعدہ لیتا ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر مہرماہ کو دیکھا۔ کچھ دیر قبل جو چہرہ الجھنوں کی حکایات سنا رہا تھا اب وہاں ایک الگ ہی سکون برپا تھا۔ وہ روتے روتے مسکرائی تھی۔

کبیر جاہ بی بی جی سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہو سکتا۔"

مجھے کسی بھی حال میں ہر وقت ان کی مدد کو پہنچنا ہے۔" ہولے سے مسکراتے وہ مہرماہ کو بھی دلکشی سے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔ کبیر کے سکون نے کہی نہ کہی اسے بھی پر سکون کر دیا تھا۔

آپ بہت اچھے ہو ڈرائیور۔مجھے آپ پہ پورا یقین ہے۔" بھیگی نگاہوں سمیت بولتے وہ اسے بھی" مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔ایکدم سردی کا احساس بڑھا تھا۔اس نے ہولے سے خود پہ شال درست کرتے ایک نظر کبیر کو دیکھا۔

بھائی کہیں گی تو مجھے زیادہ اچھا لگے گا۔" یہ گفتگو بہت عام نوعیت کی تھی مگر مہرماہ پہ تو جیسے کوئی" پہاڑ ٹوٹا تھا۔سکوت میں ڈھل کر دم سادھے وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

بھائی بن کر اچھے والے محافظ بنو گے تو بھائی کہوں گی۔"وہ بے چینی سے اپنی انگلیوں کو باہم ملاتے" اسے دیکھ رہی تھی۔آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھی۔کبیر کا چہرہ متبسم تھا۔دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر اس نے مہرماہ کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھا۔کس قدر سکون تھا تحفظ تھا اس ہاتھ میں بھی۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی کے تحفظ بھرے حصار میں آئی ہو۔

اگر یہ بات آپ مجھے نہ بھی کہتی تو مجھے آپ کی حفاظت مرتے دم تک کرنی تھی بچے۔رویا مت" کریں بہنوں کی آنکھوں میں آنسو بھائیوں کا دل چیڑ دیتے ہیں۔"اگلے ہی پل نجانے مہرماہ کو کیا ہوا وہ کبیر کے ہاتھوں پہ سر رکھتے ایکدم ہچکیوں سے رو دی۔وہ اپنی جگہ پہ تھم کر رہ گیا۔کبیر نے اسے جی بھر کر رونے دیا تھا۔جب وہ رو کر فارغ ہو چکی تبھی سر اٹھا کر کبیر کو دیکھا وہ دھیرے سے

مسکراتے اسی کی جانب متوجہ تھا۔ایک گہرا سانس لیتے اس نے اپنے اعصابوں کو پرسکون کرنے کی کوشش کی اور پلٹ کر زینوں کی جانب بڑھ گئی۔کبیر نے اس کی پشت کو تکتے ایک تھکی سی سانس فضا کے سپرد کی۔اس کیلیے یہ سب بے حد مشکل تھا مگر ناممکن نہیں۔جس سے منسلک رشتوں کو وہ اپنا بنا چکا تھا مان چکا تھا اسے ابھی اپنی ملکیت بنانا باقی تھا۔پھٹتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامتے اس نے سر جھٹکا اور غصے سے دروازہ بند کر دیا۔

****

مومی آپ کی ماما کہاں ہے۔"اس نے قالین پہ بیٹھی اپنے کھلونوں سے کھیلتی مومی کو رازدارانہ" کیفیت میں مخاطب کیا۔اس دن کے بعد سے علیشاء نے اسے بلانا تو دور کی بات دیکھنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔نجانے اتنی بے رخی وہ کیوں دکھا رہی تھی اور اسکی بے رخی پہ ولی کی جو حالت تھی یہ بات صرف وہی جانتا تھا۔

مما۔کچن میں ہیں۔"مختصر سا جواب دیتے وہ ایک بار پھر اپنے کھیل میں مصروف ہو گئی۔ولی نے" ایک چور نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے ذکی پہ ڈالی جو لیپ ٹاپ میں غرق تھا۔انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پہ حرکت کر رہی تھی۔کتنا پرسکون تھا وہ اس محبت نامی جھنجھٹ میں پڑا ہی نہیں تھا۔وہ دل مسوس کر

رہ گیا۔خود پہ کسی کی نگاہوں کی تپش کا احساس تھا کہ اس نے گردن موڑتے ساتھ بیٹھے ولی کا اترا ہوا چہرہ دیکھا اور سوالیہ انداز میں بھنویں اچکائی۔

تم حقیقت میں خوش قسمت ہو ذکی۔اس محبت نامی بلا نے ابھی تمہارے دل پہ پنجے نہیں گاڑھے نا۔"قدرے اداس لب و لہجے میں بولتے وہ ذکی کو ٹھٹھکا گیا۔ہاتھوں کی حرکت تھمی۔آنکھوں میں ناگواری در آئی۔آنکھوں کے دریچوں پہ جھٹ سے اس سانولی حسینہ کا چہرہ لہرایا تھا جس کی آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی اسے خوف سا اجاگر ہوتا تھا۔وہ کھوئی کھوئی کیفیت میں کسی نادیدہ نقطے کو گھور رہا تھا جبھی ولی کے ٹھوکا مارنے پہ ہوش کی دنیا میں لوٹا۔

میں کیا کروں وہ ناراض ہیں مجھ سے۔بات تک کرنا مناسب نہیں سمجھ رہی۔"اس نے کن اکھیوں" سے ذکی کو دیکھا جو ہنوز پرسکون تھا۔توجہ ایک بار پھر لیپ ٹاپ کی سکرین کی جانب مبذول ہو چکی تھی۔ولی کے چٹکی بھرنے پہ وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا۔اس کے چہرے پہ مسکینیت تھی۔

ویسے میں کیا سوچ رہا ہوں۔"لیپ ٹاپ ایک طرف رکھے وہ ولی کی جانب متوجہ ہوا تھا۔"

تمہیں اب آپی سے کھل کر اس متعلق بات کر لینی چاہیے۔ہو سکتا ہے پہلے پہل وہ تمہیں غلط" سمجھیں کیونکہ دونوں کے مابین عمر کا خاصہ فرق ہے لیکن جب تمہاری جانب سے انہیں کچھ غلط ملے

گاہی نہیں تو ایک نہ ایک دن تو انہیں ماننا پڑے گا ہی۔ آج کے دور میں جہاں سب اپنا فائدہ دیکھتے ہیں وہی تم ان کی اتنی کئیر کرتے ہو۔ موی کا خیال کرتے ہو۔ اتنی توہین اور بے عزتی برداشت کرتے ہو۔" ولی کی آنکھیں ذکی کی بات پہ دکھ سے بھر گئیں۔ ہر طرح سے کوشش کرلی تھی انہیں اپنی جانب مائل کرنے کی لیکن وہ ابھی بھی اسے چھوٹے بھائیوں کی طرح ہی ڈیل کرتی تھی۔

اتنی بے عزتی میں اپنی تو کبھی برداشت نہ کروں۔ مجھے کوفت ہوتی لڑکیوں کے بلاوجہ خوف اور گھبرانے سے۔" صوفے سے ٹیک لگائے وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے واضح کر رہا تھا۔ گہرا سانس بھرتے وہ کچن کی جانب بڑھ گیا۔ اب کسی نہ کسی طرح بات کا آغاز تو کرنا ہی تھا۔ کچن کے دروازے پہ ایستادہ وہ اسکی پشت پہ موجود چوٹی کو بغور تک رہا تھا۔ پہلی بار علیشاء سے بات کرتے اس کے چہرے پہ گھبراہٹ واضح تھی۔ ٹھنڈی آہ فضا کے سپرد کرتے اس نے سر جھٹکا اور اسکی جانب بڑھا۔ وہ شاید نہیں یقیناً ابراہیم اور رئیسہ خان کیلیے چائے بنا رہی تھی۔

ایک کپ چائے میرے لیے بھی۔" وہ جو اپنے کام میں بری طرح غرق تھی عقب میں ولی کی آواز اچانک گونجی تھی۔ اس نے مڑ کر اچھنبے سے اسے دیکھا۔ وہ تو اسے مخاطب کرنا پسند نہیں کر رہی تھی پھر وہ اسے اس قدر دھڑلے سے کیسے مخاطب کر سکتا تھا۔

تم مجھ سے بات کرر ہے ہو؟" انگلی سے اپنی جانب اشارہ کر کے علیشاء نے پوچھا۔ولی کچھ خفیف سا" ہوتے سر ہلا گیا۔

ایم سوری مگر میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔لٹھ مار انداز میں جواب دیتے وہ اب چائے کپ میں انڈیل رہی تھی۔کاؤنٹر ٹیبل کے ساتھ پشت ٹکائے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے وہ سنجید گی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ یہ سب کیوں کر رہی ہیں۔"

میں۔میں کیا کر رہی ہوں۔میں کچھ نہیں کر رہی ولی تم کر رہے ہو۔تم ہر حد پھلانگ رہے ہو۔تم" ہمارے رشتے کو کوئی اور نام دینے کی کوشش کر رہے ہو۔تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہاری نظروں کو نہیں پہچانتی۔میں عورت ہوں اور عورت مرد کی نظروں کو بہت اچھے سے سمجھتی ہے۔میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا چھوٹا بھائی یا بچوں کی طرح ٹریٹ۔۔۔"اس سے قبل وہ اپنی بات مکمل کرتی ولی نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو اپنی گرفت میں لیتے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔علیشاء کی رنگت اس اچانک افتاد پہ پھیکی پڑ گئی۔

فار گاڈ سیک میں آپ کا بھائی نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے ایسا کوئی شوق لاحق ہے۔اپنی عمر سے بڑا بننا" چھوڑ دیں آپ۔اسلام ہماری شادی کی اجازت۔"وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے مزید کچھ بولتا تبھی مصروف سی فاریسہ کچن میں داخل ہوئی۔ولی نے ایک بے بس نگاہ علیشاء پہ ڈالتے اسے چھوڑ دیا۔اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔وحشت سے پھٹی نگاہوں سمیت وہ اسے دیکھ رہی تھی۔یہ کیسا روپ تھا ولی کا۔

آپی آٹا میں گوندھ چکی ہوں۔اب چاول چڑھا دوں۔"ولی نے خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدل" لیا۔فاریسہ بھی سامنے کھڑے ولی کو دیکھ شرمندہ سی ہو گئی۔

یہ چاند کہاں سے نکلا ہے آج۔"ذکی جو علیشاء سے فاریسہ کی بابت پوچھنے کچن میں آ رہا تھا ولی کی" شریر آواز پہ قدم نا چاہتے ہوئے بھی کچن کی دہلیز پہ ہی تھم گئے۔فاریسہ بغیر کوئی جواب دیے خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدلتے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

پلیز ولی بھائی آپ مجھ سے مذاق مت کیا کریں مجھے نہیں پسند۔"سنجیدگی سے بولتے وہ کیبنٹ" کھول چکی تھی۔

ارے فاریسہ بہن۔ مجھ سے اتنی خوفزدہ کیوں ہوتی ہو جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ ولی اور ذکی دونوں کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔ اس بار بھی اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔

تم کیوں فضول تنگ کرتے ہو سب کو۔" ذکی کی بھاری مگر گھمبیر آواز پہ سینک کے ساتھ لگ کر" کھڑی فاریسہ کے وجود میں کپکپی سی طاری ہو گئی۔ وہ ولی سے کم مگر ذکی سے زیادہ خوفزدہ تھی۔ نجانے اسکی آنکھوں میں ایسا کونسا تاثر ہوتا تھا کہ اس کا وجود سر د پڑ جاتا تھا۔ کچن سے باہر جاتی علیشاء نے کچھ ٹھہر کر گہری نگاہوں سے ذکی کا جائزہ لیا۔ انداز کچھ جتاتا ہوا تھا۔ انہیں یوں خود کو گھورتا پا کر وہ خاموشی سے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا۔ علیشاء کے لبوں پہ پھیلنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔ نفی میں سر ہلاتے وہ کچن سے باہر نکل گئی۔ اب ان دو مردوں کے درمیان وہ تن تنہا تھی۔ ماتھے پہ پسینے کی ننھی منھی بوندیں نمودار ہوئی جسے اس نے ہاتھ کی پشت سے پونچھ لیا۔

اگر ایک کپ چائے پلا دو گی فاریسہ بہنا تو ہم شکر گزار ہو نگے۔" ولی اپنے ہی راگ الاپتے کچن سے " باہر نکل گیا۔

دیکھتے ہیں انہیں کون چائے پلاتا ہے۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے وہ چاول چننے لگی۔

اس کے جاتے ہی دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں اڑستے اس کے نزدیک ہوا اور پانچ چھ قدموں کی دوری پہ کھڑا ہو گیا۔ اپنے عقب میں کسی کی موجودگی محسوس کر اسکا دل کانپ کر رہ گیا۔

یہ کام چھوڑو پہلے میرے لیے چائے بناؤ۔" تحکم بھرا لہجہ سن فاریسہ نے لب بھینچ کر اسے" دیکھا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کس حق سے۔

میں نہیں بناؤں گی۔ جو کام میں کر رہی ہوں مجھے وہی کرنے دیں۔ اپنی یہ چائے کی فرمائشیں آپ" اپنی کسی ہوتی سوتی سے کیجیے گا۔" بگڑے تیوروں کے ساتھ کافی جارحانہ انداز میں جواب دے کر اس نے باؤل کاؤنٹر ٹیبل پہ پٹخ دیا۔

اپنی کسی ہوتی سوتی سے ہی کر رہا ہوں۔ فاریسہ کے ہاتھوں کی حرکت تھمی۔ آنکھوں میں ناگواری چھا گئی۔ بمشکل خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے اس نے ذکی کے متبسم چہرے کو دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر جیسے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"مت بھولیں میں اس گھر کی ملازمہ ہوں۔"

تو کیا ہوا۔ ملازمہ کو بیوی نہیں بنایا جاسکتا کیا؟" فاریسہ کے حواس کام کرنا چھوڑ گئے۔ وحشت بھری" نگاہوں سے اسے دیکھتے اس سے قبل وہ باہر کی جانب بڑھتی ذکی اسکا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

آخر آپ چاہتے کیا ہیں مجھ سے۔"وہ زچ ہوئی۔"

"کچھ زیادہ نہیں بس یہ جو تمہاری آنکھوں میں خوف ہے نا اسکی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

یہ خوف آپ جیسے مردوں کی وجہ سے ہے۔"مٹھیاں بھینچتے بمشکل اس نے اپنے لہجے کی کپکپاہٹ" پہ قابو پایا۔وہ خاموش کھڑا رہا۔بغور اسے دیکھتا رہا۔اس نے پھر دائیں طرف سے گزر کر جانا چاہا تو ذکی نے بازو پھیلا کر روک لیا۔کوفت سے اس نے بائیں جانب کا رخ کیا تو اس نے وہی عمل دہرایا۔فاریسہ کا پارہ چڑھ گیا۔

آپ کو یہ حرکتیں بلکل زیب نہیں دیتی۔"ذکی سر پیچھے گرائے کھل کر ہنسا۔فاریسہ کا دماغ بھک" سے اڑا۔وہ اب ہنس کیوں رہا تھا۔آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔فاریسہ کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

یقین کرو۔صرف تمہارے ساتھ ہی ایسی حرکتیں کرتا ہوں۔تمہاری آنکھوں کی سرخی بھی مجھے" بہت بھاتی ہے۔"وہ ہکا بکا اسے دیکھ کر رہ گئی۔کس قدر دھڑلے سے وہ بے شرموں کی طرح یہ بکواس کر رہا تھا۔فاریسہ کی آنکھوں میں دھند سی اترنے لگی۔ذکی نے فوراً سے پہلے اسے راستہ دے دیا۔فاریسہ نے قہر برساتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

آئندہ میرا راستہ روکنے کی کوشش مت کیجیے گا۔" شہادت کی انگلی اٹھاتے تنبیہی لب ولہجے میں" اسے باور کرتے وہ بھیگے لہجے میں بولتے باہر کی جانب بڑھی مگر دروازے پہ اسے ٹھٹھک کر رکنا پڑا کیونکہ ولی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسکی بات سمجھنے کی تگ و دو میں تھا۔

میں نہیں بھی روکوں گا مگر پھر بھی تمہیں ہمیشہ مجھی سے آکر ٹکرانا ہے۔" اسکی پشت ولی کی جانب" تھی تبھی وہ اسے دیکھ نہ پایا۔ البتہ ولی کے سامنے اس قسم کی بکواس پہ فاریسہ کی حالت تو ایسی تھی کہ گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ تقریباً بھاگنے والے انداز میں وہ وہاں سے نکل گئی۔ اس کے برعکس ولی ابھی بھی صدمے کی کیفیت میں تھا۔ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے وہ ذکی کی جانب آیا اور اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

واہ میرے بھائی چھپ چھپ کر یہ سب کر رہا ہے تو۔ مجھے لگا دنیا میں ایک صرف میں ہی ترسا ہوا" ہوں۔ تونے تو میرا ابھی ریکارڈ توڑ دیا۔ واہ یہ وقت بھی آنا تھا؟ یہ انہونی بھی ہونی تھی کہ ذکی صاحب ایک لڑکی کے چکر میں پڑے۔" پھیکے پڑتے چہرے سمیت وہ مڑا اور ولی کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ بے یقینی تھی مگر آنکھیں وہ شرارت سے مسکرا رہی تھی۔ ذکی نے اسے آنکھیں دکھاتے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

تم وہی ہونا جسے اپنی بے عزتی کبھی برداشت نہیں ہوتی۔۔اب دیکھو کیسے ایک لڑکی کے ہاتھوں" بے عزت ہو رہا ہے اور لڑکی بھی وہ جو اس سے خوف کھاتی ہے۔یہ تو پکا عشق ہے میرے بھائی۔واہ ذکی میاں تم تو گئے کام سے۔"دائیں بائیں سر ہلاتے وہ مسلسل زچ کرتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس سے قبل کہ زکی اسکا کالر جکڑتا ولی ایک جست میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ذکی دونوں ہاتھوں میں بالوں کو جکڑتے افسوس سے سر ہلا کر رہ گیا۔رازولی کی سماعتوں تک پہنچا تھا مطلب وہ کسی بھی حال میں اسے بخشے گا نہیں۔نجانے اب اس ایک بات کے پیچھے وہ اپنے کون کونسے کام نکلوائے گا۔یکلخت اس کی سماعتوں میں فاریسہ کی غصیلی آواز ٹکرائی۔ایک بار پھر وہ سب کچھ بھولتے فاریسہ کی باتوں پہ چہرہ جھکائے مسکرادیا۔ایسی لڑکیاں ہی تو اسے اپیل کرتی تھیں جو مردوں پہ آسانی سے اپنا آپ نچھاور نہیں کرتی تھیں۔جو شادی سے پہلے عشق معشوقیوں کے چکر میں نہیں پڑتی تھی۔وہ جتنا بھی بولڈ ہوتا مگر بیوی اسے وہی چاہیے تھی جسے آج تک کسی نے چھوا بھی نہ ہو۔اس نے شانے جھٹکتے ہوئے سوچا۔

✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻

اس سے پہلے کہ وہ چائے کی ٹرے لیے ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھاتی اندر سے آنے والی آوازوں نے اسے روکا تھا۔وہ اپنی جگہ پہ ٹھہر سی گئی۔موضوع گفتگو اسی کی ذات تھی۔وہ وہی کھڑی ہوتے ان کی باتیں سننے لگی۔دستک کیلیے اٹھا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔

وہ جو اس دن علیشاء کا رشتہ دیکھنے آئے تھے ان کی جانب سے کوئی جواب ہی موصول نہیں ہوا۔وہ" فیملی تمہاری جاننے والی تھی۔تم نے بھی کچھ نہیں بتایا منا۔"اندر مروان بھی موجود تھا اسی خیال کے ساتھ اس کی ہتھیلیوں سے پسینہ پھوٹ آیا۔ہاتھوں میں موجود ٹرے کانپی تھی۔اب تو آئے روز بس وہ اسی متعلق باتیں سن رہی تھی۔ان کی بات پہ مروان کا سر ہنوز جھکا رہا۔چہرہ نیچے کیے۔کندھے بھی جھکے ہوئے تھے وہ اپنی انگلیوں کو باہم ملائے نجانے کیا سوچ رہا تھا۔علیشاء نا چاہتے ہوئے بھی اپنی سماعتیں اسی جانب مرکوز کیے کھڑی تھی۔

تم سے کچھ پوچھا ہے مروان۔"یہ نانا کی آواز تھی۔مروان نے تھکے تھکے سے انداز میں سر ہلایا اور" چہرہ اٹھائے ان کی جانب دیکھا۔اسکی آنکھوں میں موجود کرب ان دونوں کا دل چیڑ کر رکھ گیا۔

مجھے اس کی جانب سے بہت پریشانی ہوتی ہے منا۔وہ بچی بہت تنہا ہے۔میرا دل کٹتا ہے اسے اس" حال میں دیکھ کر۔"رئیسہ خان کی آواز آنسوؤں سے بوجھل تھی۔

سب اس رشتے پہ رضامند ہو جاتے ہیں نانا لیکن فقط علیشاء کی حد تک۔ مومی کو کوئی بھی اپنانے کو" تیار نہیں ہے۔ اگر ہم کسی رشتے پہ رضامندی ظاہر کرتے بھی ہیں تو ہمیں مومی کو ہمیشہ کیلیے اپنے پاس رکھنا ہو گا۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک لفظ ادا کیے اور چہرہ اٹھائے ان دونوں کے چہروں کے تاثرات جانچے۔ اس کا انداز جیسے قطیعت لیے ہوئے تھا۔ وہ بنا پلک جھپکائے پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔ سفید اور سیاہ امتزاج کا ٹراؤزر شرٹ پہنے وہ عام سے حلیے میں بھی علیشاء کا دل دھڑکا گیا۔ وہ بنا دیکھے ہی سمجھ چکی تھی کہ اس کا چہرہ کس قدر تنا ہوا ہو گا۔ سامنے ہی بیڈ پہ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

لیکن علیشاء تو کبھی نہیں مانے گی۔ جب تک مومی چھوٹی تھی میں نے اس بابت ذکر بھی نہیں چھیڑا" مگر اب۔ اب مومی بڑی ہو رہی ہے مروان۔" ان کی آنکھوں میں دکھ اور تاسف ایک ساتھ سمٹ آیا تھا۔ مروان نے ایک بار پھر اپنی نگاہیں کمرے کی کھلی ہوئی کھڑکی کی جانب مبذول کروالی جہاں سے باہر آسمان کا منظر صاف نمایاں تھا۔ جنوری کی راتیں خود میں ہولناکی لیے ہوئے تھے۔ اس کے برعکس باہر کھڑی علیشاء کے قدموں تلے جیسے جان نکل گئی۔ اپنی بیٹی سے جدائی کا سوچنا بھی اس کیلیے سوہان روح تھا۔ وہ لوگ اتنے بے رحم اور سفاک کیسے ہو سکتے تھے کہ ایک ماں کو اپنی ہی بیٹی سے جدا کر دیتے۔ کیا وہ سب لوگ اسے اس گھر سے باہر نکالنا چاہتے تھے؟ کیا اسکی ذات ان سب پہ

بوجھ بن گئی تھی؟ کیا وہ لوگ کامل کی قربانیوں کو فراموش کر بیٹھے تھے؟ اسکی آنکھوں سے تواتر آنسو بہنے لگے۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑتے وہ مسلسل سسکیاں بھر رہی تھی۔ وہ رونا چاہتی تھی۔۔ ٹوٹ کر بکھرنا چاہتی تھی مگر کسی کی بھی نگاہ میں آئے بغیر۔

لیکن انہیں ماننا ہو گا کیونکہ کسی بھی حال میں ہمیں جلد از جلد انہیں اس گھر سے بھیجنا" ہے۔" مروان کا لہجہ حتمی تھا۔ مسز خان نے لب بھینچے۔ نجانے اسے علیشاء سے اتنی کھاڑ کیوں تھی کہ وہ اسے اس گھر میں دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ علیشاء کے اندر ایکدم خود سر علیشاء نے سر اٹھایا۔ اس سے قبل کہ وہ دھاڑ کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر جاتی ابراہیم کے آواز کے ساتھ ہی اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ پیٹ میں گرہ سی لگتی محسوس ہوئی۔

اسے تم بھی تو اپنا سکتے ہو مروان۔ اس گھر کی بات اسی گھر میں رہ جائے گی۔ اسے ایک مضبوط" سائباں مل جائے گا اور رہی بات مومی کی تو تم جانتے ہو۔ وہ تم سے کس قدر محبت کرتی ہے۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تمہیں ہی باپ کے مقام پہ دیکھا ہے۔" رئیسہ خان نے منت بھرے لہجے میں کہتے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے منانے کی آخری کوشش کی تھی۔ علیشاء کے چہرے کا خالی پن انہیں اندر ہی اندر ہولا تا تھا۔

میں نے اس کا باپ بننے سے انکار نہیں کیا کبھی نانا۔میں اس کا باپ ہی ہوں۔بس میں یہ شادی" نہیں کر سکتا اور آپ لوگ مجھے فورس نہیں کر سکتے میری زندگی کے کسی بھی فیصلے کو لے کر۔"وہ تڑپ کر جتانے والے انداز میں بولا۔اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔ آرزدگی تھی۔۔درد تھا۔ آنکھوں میں نمی لیے وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔اس کی سبز آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ ان دونوں کو ہی نگاہیں پھیرنی پڑی۔باہر کھڑی علیشاء پورے قد سے زمین بوس ہوئی تھی۔چائے نجانے کب کی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔اگلی کئی ساعتیں ان سب کے مابین خاموشی حائل رہی۔

تم خود کو اور علیشاء کو کس بات کی سزا دے رہے ہو مروان۔ تمہیں اسکے حال پہ رحم نہیں" آتا۔اس کے ساتھ تمہاری زندگی بھی سنور جائے گی اور مومی وہ بھی ماں اور باپ دونوں کو محسوس کر سکے گی۔"مروان نے جن نگاہوں سے انہیں دیکھا وہ اندر تک کٹ کر رہ گئیں۔لبوں پہ قفل لگ گیا۔انہوں نے کرب سے مروان کو دیکھا تو وہ بے چینی سے اپنا ہاتھ چھڑواتے وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔علیشاء عجلت میں دروازے سے ہٹ کر پلر کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

اگلے ہی لمحے موبائل بجنے کی آواز نے اس خاموشی میں خلل پیدا کیا تھا۔ابراہیم فون کان سے لگاتے ایک جانب ہو گئے مگر دوسری جانب کی بات سنتے ان کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا اور

ایک جا رہا تھا۔ مروان اور رئیسہ خان نے نا سمجھی کے عالم میں ان کی حالت دیکھی جو اپنی پیشانی مسل رہے تھے۔ چند ساعتوں بعد فون رکھتے ہی وہ ڈھے جانے والے انداز میں ان کے نزدیک بیٹھے۔ مروان جو باہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس ارادے کو ترک کرتے دوبارہ ان کی جانب آیا۔

کیا ہوا نانا۔ سب ٹھیک ہے۔" وہ ان کی جانب جھکتے متفکر سے انداز میں استفسار کر رہا تھا۔ مروان" کی بھاری آواز انہیں ہوش کی دنیا میں واپس کھینچ لائی۔ انہوں نے آنکھوں میں بے یقینی حیرت دکھ اور صدمہ لیے مروان کو دیکھا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی پہلو بدل کر رہ گیا۔ ریم کا چہرہ ابراہیم خان کی نگاہوں کے سامنے لہرایا۔ تکلیف کی شدت بڑھی تھی۔ نجانے وہ لڑکی کن حالات میں ہو گی اور کیا کچھ جھیل رہی ہو گی۔

ریم جعفری پچھلے دو دنوں سے غائب ہے اور ہمارے وکیل کے مطابق اس بچی کے گھر والوں نے" تم پہ الزام لگایا ہے۔" ان کے انکشاف پہ مروان سرعت سے سیدھا ہوا۔ چہرے پہ نا سمجھی کا عنصر صاف نمایاں تھا۔ رئیسہ خان نے باقاعدہ اپنا دل کا مقام تھام لیا۔ گہرا سانس بھرتے الجھے تنفس سمیت وہ وہی کھڑا رہ گیا۔

وہ لڑکی دو دن سے غائب ہے اور اس کے باپ کو آج یاد آرہا ہے میرے خلاف کیس کرنا۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے اس ڈرائیور کے ساتھ بھاگ گئی ہو۔" لہجہ سراسر تمسخر اڑاتا تھا۔ مسز خان نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا معصوم چہرہ نگاہوں کے سامنے گھومتے انہیں بے چین کر گیا۔

نہیں وہ بچی ایسی نہیں ہے۔" انہوں نے سختی سے مروان کی بات رد کی۔ وہ استہزائیہ انداز میں سر جھٹک گیا۔ وہ بچی کیسی ہے یہ اس سے بہتر کون جان سکتا تھا بھلا۔ ضرور اپنے گھر والوں کے رویے سے باغی ہو کر اس نے یہ قدم اٹھایا ہو گا۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

جس ڈرائیور کی تم بات کر رہے ہو شاید وہ کبیر جاہ ہے اور تمہارے خلاف کیس کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ کبیر جاہ ہی ہے۔" نانا کے سنجیدہ لب ولہجے پہ مروان کے چہرے کا رنگ اب کی بار اڑا تھا۔ اگر وہ اس ڈرائیور کے ساتھ نہیں تھی۔ اس کے ساتھ نہیں تھی تو پھر۔ بے اختیاری کی کیفیت میں اس کی نگاہیں مسز خان کی جانب اٹھی جو بھیگی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے اعصاب تناؤ کا شکار ہوئے تھے۔ آنکھوں میں تفکر کی پرچھائیاں لیے ابھی بھی رئیسہ خان اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

آپ لوگ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔میں سچ میں اس بابت کچھ نہیں جانتا۔"وہ ان کی نگاہوں کا مطلب اخذ کرتے جھنجھلا کر بولا۔ریم کیلیے اب کی بار اسے بھی فکر ہوئی تھی۔ایسی بھی کیا بے اعتباری۔۔ایسی بھی کیا بے یقینی۔۔وہ بھی ایک انجان لڑکی کی خاطر۔

کیا اس لڑکی کیلیے اب اس دنیا میں جینا آسان تھا؟

جس کی گمشدگی کی خبر کسی آگ کی مانند پھیل چکی تھی۔

تمہارے خلاف ہی کیس کیا ہے حاکم جعفری اور کبیر جاہ نے کہ تم ان کی بیٹی کو اغواء کر چکے ہو اور" اس سے پہلے بھی ایک بار تم نے کوشش کر چکے ہو۔کیا یہ سچ ہے مروان۔"انہوں نے اپنا لہجہ حتی الامکان سخت ہی رکھا۔مروان کے چہرے کے عضلات تن گئے۔ماتھے پہ شکنیں نمودار ہوئیں۔ایک ہاتھ کمر پہ رکھے دوسرے سے پیشانی مسلتے وہ مضطرب سے انداز میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

تم اس سے بدلہ تو نہیں لے رہے مروان کیونکہ اس نے تمہیں انکار کیا تھا کیونکہ آخر مرد تو مرد" ہی ہوتا ہے۔انکار برداشت نہیں ہوتا اس سے۔"اسکی سوچ کو یکدم ہی بریک لگی تھی۔خیال جامد ہوئے تھے۔وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔رخ موڑتے اس نے شکایتی انداز میں ان دونوں کو دیکھا۔

ہاں میں اس سے ایک دو بار ملا ہوں۔ میں نے اس سے شادی کی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا مگر اس" کا مطلب یہ نہیں کہ میں یوں اغواء کر لوں گا۔ اتنی چھوٹی باتوں کا بدلہ کون لیتا ہے گرینی۔ میرے خلاف کس لیے انہوں نے یہ کیس کر دیا۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس وقت میں اس چیز کے دھوکے میں آ گیا تھا کہ شاید وہ لڑکی میرے لیے بنی ہے مگر جلد ہی مجھے اس چیز کا احساس بھی ہو گیا تھا کہ وہ لڑکی میری ٹائپ بلکل نہیں ہے نانا۔ آپ کو ان سے پہلے اپنے بیٹے پہ یقین کرنا چاہیے۔ خیر ان لوگوں کو تو میں دیکھ لوں گا۔ حاکم جعفری شاید ابھی مجھ سے آگاہ نہیں ہے اور "وہ۔ دو ٹکے کا ڈرائیور کس حق سے اتنی اڑان بھر رہا ہے۔

کیونکہ ریم اور اس ڈرائیور کی شادی ہونے والی تھی۔ یہی بات وہ مجھے بتانے اس دن یہاں آئی" تھی۔" مروان نے جھٹکے سے رخ موڑتے انہیں دیکھا۔ آنکھوں کی سرخی میں ازحد اضافہ ہوا تھا۔ اپنی شیو مسلتے اس نے لہو چھلکاتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ نجانے کس احساس کے تحت اسکی نگاہیں ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے پہ جا ٹھہری تھی۔ اسکا اپنا عکس یکا یک اسکی کیفیت پہ مسکرانے لگا تھا۔ دل سے تمسخر اڑاتی آواز آئی تھی۔ آواز ہمیشہ اندر سے ہی آتی تھی۔ مطلب اس لڑکی نے مروان خان کو ٹھکرا کر ایک معمولی سے ڈرائیور کو اس پہ فوقیت دی تھی۔ پھر تو اس کے ساتھ یہ سب ہونا بجا تھا۔ کچھ دیر قبل جو ہمدردی کا بخار اس کے سر چڑھا تھا اسکی جگہ ایک بار پھر نفرت نے

لے لی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ ان دونوں کو پریشان چھوڑتے لمبے لمبے ڈگ بھرتے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ خاموش نگاہوں کا تبادلہ لیا تھا۔

گھر سے نکلتے ہی اس کا رخ مہرماہ کے کالج کی جانب تھا۔ کل بھی کسی کام میں مصروف ہونے کی بدولت وہ اسکی کال اٹینڈ نہیں کر پایا تھا مگر اب اس سے ملنا ضروری تھا۔ شاید وہ اسے ریم کے متعلق ہی آگاہ کرنا چاہتی ہو گی۔ ڈرائیونگ کے دوران اس نے سوچا۔ اگلے پندرہ منٹ میں گاڑی اس کے کالج کے عین باہر رکی تھی۔ چھٹی کا ہی وقت تھا۔ جینز پہ سیاہ ہی کوٹ پہنے وہ شاید ڈرائیور کے آنے کی منتظر تھی۔ گہرا سانس بھرتے وہ اسکی جانب بڑھا۔ سردی کی بدولت گال گلابی پڑ رہے تھے۔ سکیچنگ بک سینے سے لگائے وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسل رہی تھی۔

مہرماہ۔" مانوس سی پکار پہ اس نے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے اپنے مقابل کھڑے شخص کو دیکھا۔ لبوں" پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ جب جب اس کا نام لیتا تھا اسے اپنا نام بے حد خوبصورت لگتا تھا۔ وہ جب جب اس کے اطراف میں ہوتا تھا سب کچھ حسین لگتا تھا۔ وہ جو کچھ دیر قبل اداس تھی اب پورے دل سے مسکرا رہی تھی۔ مروان نے ہاتھ میں تھاما سفید اور گلاب کے پھولوں کا گلدستہ اسکی جانب

بڑھایا۔ نجانے کیوں مروان کو اسکی آنکھیں بھیگی بھیگی محسوس ہوئی تھی جیسے وہ ساری رات روتی رہی ہو۔

"یہ پھول ایک پھول سی لڑکی کیلیے۔" وہ جھینپ کر سر جھکا گئی۔ لبوں پر امنڈتی مسکراہٹ کو اس نے بمشکل روکتے دھیرے سے وہ گلدستہ تھام لیا۔ نجانے کیوں مروان کا لہجہ خود بخود اس کے ساتھ نرم ہو جاتا تھا۔

"بہت شکریہ مگر آپ بہت عجیب ہیں۔ پل میں گرم اور پل میں سرد۔" ذرا سی نگاہ اٹھا کر اس نے مروان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ وہ سر پیچھے گرائے کھل کر ہنسا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے بکھرے بالوں کو سنوارا تھا۔

"میں جانتا ہوں یہ بات اور میرے خیال میں آپ کو ایسے ہی پسند ہوں میں۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ مہرماہ خجل سی ہوتے چہرہ جھکا گئی۔ اس نے ان پھولوں کی نرمی کو انگلیوں کے پوروں پہ محسوس کیا تھا۔ دل میں ایک میٹھی سی گدگدی ہوئی مگر مروان اس کے دل میں امنڈتے جذبات سے انجان بس اسکی مسکراہٹ دیکھ خوش تھا۔ اس کا دل پر سکون تھا۔ یکلخت اسکی نگاہ مہرماہ کے ہاتھ میں موجود پینٹنگ کی جانب اٹھی جو شاید ابھی تک اپنی تکمیل تک نہیں پہنچی تھی۔

کیا یہ پینٹنگ میں لے کر جا سکتا ہوں۔"اس کا سوال بے ساختہ تھا۔مہرماہ گھبرا گئی۔وہ اس کیلیے" پینٹنگ ضرور بناتی مگر یہ ادھوری پینٹنگ جس کا مکمل ہونا ابھی باقی تھا۔

مگر یہ تو میں نے خاص طور پر ریم اپیا کیلیے بنائی ہے۔"وہ بجھے بجھے لہجے میں بولی۔ریم کا ذکر کرتے" اس کا دل اداس ہوا تھا۔مروان چاہتا تھا کہ وہ خود اس متعلق بات کرے۔اسے آگاہ کرے مگر مہرماہ کی جانب سے مسلسل خاموشی محسوس کر اس نے بھی بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ہاں میں جانتا ہوں یہ کسی خاص انسان کیلیے بنائی گئی ہے اس کا مطلب کیا میں آپ کیلیے خاص نہیں" ہوں مہرماہ۔"مروان کا گول مول سوال سن وہ بے چینی سے نفی میں سر ہلا گئی۔چہرے کے تاثرات میں خفگی سمٹ آئی۔خواہ مخواہ انگلیوں کو مسلتے وہ دھیرے سے مسکرائی۔

یہ تو ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی۔"اس نے مروان کو آگاہ کرنا چاہا لیکن اسکی نگاہ تو جیسے اس ادھوری" پینٹنگ میں جم کر رہ گئی تھی۔اسکی آنکھوں میں اپنی پینٹنگ کیلیے ستائش دیکھ مہرماہ کا دل بلیوں اچھلا۔

کوئی بات نہیں یہ مجھے ایسے ہی اچھی لگ رہی ہے کچھ کچھ الجھی سی کچھ کچھ ادھوری سی۔اگر میرا" دل آمادہ ہوا تو اس پینٹنگ کو مکمل میں کر دوں گا۔"وہ اسکی ناک کو ہولے سے دباتے ہوئے

بولا۔مہرماہ کو حیرت ہوئی مطلب وہ پینٹنگ کرنا بھی جانتا تھا۔اس نے پر شوق نگاہوں سے مروان کو دیکھاجواب اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے گاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

میری ایک خواہش تھی کہ میری بلکل آپ جیسی ایک چھوٹی سی بہن ہوتی۔"مہرماہ کے لبوں کی" مسکراہٹ سمٹ گئی۔اس نے خود کو گرنے سے بچانے کی خاطر بمشکل گاڑی کا سہارہ لیا تھا۔دل جو نئے خواب بننے میں مصروف تھاچھناکے سے چکنا چور ہوا تھا۔حالانکہ یہ بات تو وہ شروع سے ہی جانتی تھی کہ یہ جو بھی ہے ایک طرفہ ہے۔اس میں کبھی بھی مروان نے اسکی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی پھر بھی دل بے حد اداس ہوا تھا۔

استغفر اللہ نعوذ باللہ آپکی بہن بننے سے قبل میں مرنا پسند کروں گی."دل ہی دل میں بولتے اس" نے منہ بسورا اور ایک بھرپور نگاہ اس مردانہ وجاہت کے شاہکار پہ ڈالی تھی۔وہ رف سے حلیے میں بھی نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہا تھا۔اسکی نگاہوں کی تپش کے احساس نے مروان کو اسکی جانب رخ موڑنے پہ مجبور کیا تھا۔اپنی بات کے جواب میں وہ مہرماہ کے چہرے پہ پھیلتی اداسی محسوس کر چکا تھا لیکن یہ بے حد ضروری تھا۔چاہے اس کا دل اور کردار جتنا بھی برا اور مشکوک ہوتا مگر مہرماہ جعفری اس کیلیے معصوم تھی۔بے حد معصوم اور وہ اسکی معصومیت کو کوئی ٹھیس نہیں

پہنچانا چاہتا تھا۔اس سے قبل کہ اس کے جذبات شدت اختیار کرتے مروان نے اسے وہی روک دیا تھا۔

****

تیار ہو نا تم میرے ساتھ جانے کیلیے۔"وہ اپنے سامنے موجود صوفے پہ بیٹھے قاسم کو دیکھ رہی تھی" تبھی اس نے اچانک ہی لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹا کر اسے دیکھا۔وہ اس کے منہ پہ ٹھوک کر انکار کرنا چاہتی تھی مگر کچھ سوچ کر جی کڑا کر رہ گئی۔خاموشی سے نگاہیں پھیرتے وہ ایک بار پھر اپنی سوچوں میں غلطاں ہو گئی۔

باہر جانے کا دل نہیں ہے میرا۔یہاں بہت سکون ہے۔کچھ پل سکون سے بیتانا چاہتی ہوں" میں۔"اس نے ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے بنا کسی تمہید۔۔بنا کسی گھبراہٹ کے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔آج اس کے شہد رنگ بال کیچڑ میں مقید تھے۔جنہیں وہ مسلسل کان کے پیچھے اڑسا کرتی تھی۔

سکون صرف تنہائی میں ہے۔دنیا کا شور انسان کو نفسیاتی بنا دیتا ہے خاتون۔"وہ چہرہ جھکائے" دھیرے سے مسکرایا۔اگرچہ اسکی مسکراہٹ خوبصورت تھی مگر ریم کا شدت سے جی چاہا اسکا منہ

نوچ لے۔اپنی قمیض کے ڈیزائن پہ انگلی پھیرتے وہ نگاہیں جھکا گئی۔ مسٹر ڈکلر کا کرتا جو سامنے بیٹھے شخص کی ہی عنایت تھی۔ نجانے اسے دو دن بعد کیا یاد آیا تھا جو دو تین لباس اسے لا کر تھما دیے تھے۔

جان سے مار دو پھر مجھے۔"اس نے مٹھیاں بھینچ کر جیسے اپنی کیفیت پہ قابو پانے کی کوشش کی" تھی۔

جان سے مارنے کے بھی سو طریقے ہیں کونسا پسند کرو گی؟ زہر یا گولی۔" دونوں ہاتھ سینے پہ" باندھے وہ بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا مگر جس چیز نے ریم کو چونکایا تھا وہ اس کے داہنے گال کی جانب اٹھی ہوئی مسکراہٹ تھی۔اسکی طنزیہ مسکراہٹ؟اور اس مسکراہٹ کا کیا مطلب تھا۔

گولی مار دو مجھے تم۔" سر جھٹکتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا۔ قاسم نے چچ چچ کرتے نفی میں سر" ہلایا اور لیپ ٹاپ آف کرتے آفس ٹیبل پہ رکھا۔اب وہ جھک کر اپنی کافی کا مگ اٹھا رہا تھا۔ریم نے بغور اسکی حرکات و سکنات کا جائزہ لیا تھا۔وہ کسی اینگل سے بھی غنڈہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔اس کی چال ڈھال۔۔اس کا پرکشش لہجہ۔۔اسکی دھیمی مسکراہٹ۔۔ریم نے سر جھٹکا۔

نہیں بہت مہنگا کام ہو جائے گا۔میں اتنا پیسہ تم پہ ویسٹ نہیں کر سکتا میں۔"کافی کا ایک سپ" بھرتے اس نے ریم کے بات کی نفی کی۔ریم نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پہ ڈالی۔

ویسے ایک اور طریقہ ہے تمہیں مارنے کا۔کپ سینٹر ٹیبل پہ رکھتے وہ اسکی جانب جھکا۔اس کے جھکنے کی بدولت اس کے گلے میں موجود چیز نے پوری شان سے حرکت تھی۔ریم کے دل میں اس کیلیے نفرت کا گراف مزید بڑھا تھا۔وہ اب اپنی چین کو انگلی میں گھماتے پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا مگر ان آنکھوں میں وہ تمسخر صاف محسوس کر سکتی تھی۔ریم دم سادھ گئی۔مگ کے کونوں پہ انگلی پھیرتے وہ کئی ساعتیں مسکراتا رہا۔

کیا تم جانتی ہو تمہاری بہن کو کس نے مارا۔اس بابت جاننا چاہتی ہو تم۔"اس نے سوالیہ آبرو" اچکائی۔ریم کی حالت تو ایسی تھی کہ گویا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔وہ عجلت میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ نہیں سننا چاہتی تھی۔کچھ بھی سننا نہیں چاہتی تھی۔سامنے بیٹھا شخص اسے پاگل کر رہا تھا۔ریم نے اپنی کپکپاتی انگلیوں کو بے دردی سے مڑورتے آنکھیں میچی۔

مجھے کچھ نہیں جاننا۔"وہ بھی اپنی جیبوں میں ہاتھ اڑستے اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔ریم نے" لحظہ بھر کو سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ استھیما کے اٹیک سے نہیں مری بیوی۔وہ استھیما سے نہیں مری۔اسے مارا گیا ہے۔اسکا قتل" ہوا ہے۔۔اسکی جان لی گئی ہے۔وہ بے موت ماری گئی ہے۔یہ جو لوگ اس کی موت کو استھیما جیسی بیماری سے کمپیئر کرتے ہیں۔ نہیں یہ بھی ایک دھوکا ہے جو تم لوگوں کو دیا گیا ہے۔تم لوگوں کو جو بھی بتایا گیا ہے وہ سچ نہیں ہے ایک فریب ہے اور تم سب بیوقوف۔کیا تم لوگوں نے جاننے کی کوشش نہیں کی اپنے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی اس کا سانس کیسے اکھڑا۔کیا اس سرزمین پہ رہتے ہوئے اسے آکسیجن کی کمی ہوئی ہوگی۔وہ کیوں تڑپی۔نہیں بس جس نے تمہیں کہہ دیا تم نے یقین کر لیا۔تم تو ڈاکٹر ہو ناریم جعفری۔آج تک اپنی بہن کی موت کا راز کیوں نہ فاش کر پائی۔اس کے حق کیلیے آواز کیوں نہ اٹھا پائی۔تم واقعی بے خبر ہو۔مگر میں تمہاری بے خبری دور کرنا چاہتا ہوں۔"وہ اسکی ذات کی دھجیاں بکھیرتے تمسخر اڑاتی نگاہوں سے اب اسے دیکھ رہا تھا اور ریم اپنی آنکھوں میں آنسو لیے بمشکل اپنے جذبات پہ قابو رکھ پا رہی تھی۔

تم نے آج تک کسی رشتے سے وفا نہیں کی ریم جعفری تبھی تمہیں آج تک وفا حاصل نہیں ہوئی۔تم نے میرا بہت نقصان کیا ہے ریم بہت زیادہ۔روح پہلے ہی گھائل تھی۔روح کے پرخچے اب اڑے تھے۔کیسے سن رہی تھی وہ اپنے متعلق ایسے الفاظوں کو جو اندر ہی اندر اسے کھا رہے تھے۔اسے مار رہے تھے۔وہ بے وفا نہیں تھی۔

مم۔ مہیر۔" اس کے لبوں نے بے آواز حرکت کی۔ اس نے باقاعدہ اپنا دل کا مقام سہلایا۔"

"کک۔ کس نے مارا تھا اسے۔ کون ہے اسکا گنہگار۔"

کہا تھا نا آہستہ آہستہ جان نکالوں گا۔" وہ دھیرے سے مسکراتے اسکی جانب جھکا۔ لفظ تھے یا برچھی" اسے کاٹ کر گزر گئے۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔

خیر جاؤ تم تیاری رکھو پوری اپنی۔ ہمیں جانا ہے تمہیں بتایا تھا نا۔ دو تیز لباس تمہارے کمرے میں" موجود ہیں۔ جو پہننا چاہو پہن سکتی ہو۔ کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے تم پہ۔ تم آزاد ہو اس معاملے میں۔" وہ باور کروانے والے انداز میں بولتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا لیکن اگلے آدھے گھنٹے تک بھی جب وہ کمرے سے باہر نہ نکلی تو مجبوراً اسے ہی اس کے پیچھے جانا پڑا۔ بغیر دستک دیے جب اس نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے ہی بیڈ پہ بیٹھی دکھائی دی۔ اسی کا لایا گیا سیاہ رنگ کا لباس پہنے وہ گھٹنوں میں سر دیے ہوئے تھے۔ اسے اس حال میں دیکھ قاسم کا غصہ ایک نئے سرے سے عود آیا۔ وہ جارحانہ انداز میں اسکی جانب بڑھا اور کھینچ کر اسے کھڑا کیا تھا۔

تم۔۔ تم دو نمبر انسان ہو۔" وہ تڑخ کر بولی۔ بازو میں ٹیس سی اٹھی تھی۔"

کوئی نئی اطلاع دو۔ یہ بات میں پہلے سے جانتا ہوں۔"ریم کی آنکھیں صدمے کے مارے پھیل گئی۔

"اور یہ تم اتنا سوگ کیوں منا رہی ہو وہ گھر چھوٹنے کا۔ کونسا اس گھر میں خوش تھی تم۔"

تم میرے شوہر ہو اس چیز کا سوگ منا رہی ہو میں۔"وہ بھی تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے چیخی۔ ہیزل آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ شہادت کی انگلی اٹھاتے وہ تنبیہی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھک۔

کیا جہالت ہے یہ۔ آج آوارڈ نائٹ ہے میرا وقت پہ پہنچنا ضروری ہے۔"اس نے اس کے بازو کو" ہلکا سا جھٹکا دیتے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کیا گھٹیا پن کا اواڈ ملنا ہے تمہیں۔"کاٹ دار لہجے میں بولتے اس نے قاسم کی جانب دیکھا۔"

مجھے مجبور مت کرو ریم کہ میں تمہارے ساتھ سختی سے پیش آؤں۔ میرے اندر کا جانور اگر سو رہا" ہے تو اسے سونے ہی دو۔ اگر یہ اٹھ گیا تو مجھے حاکم جعفری بنتے دیر نہیں لگے گی۔"ریم کو یوں محسوس ہوا جیسے اسکی گردن پہ پاؤں رکھ کر مسلا جا رہا ہو۔ اسکا چہرہ جذبات کی شدت سے سرخ پڑ رہا تھا۔ اب کی بار وہ خود وارڈروب کی جانب بڑھا۔ اندر سے سیاہ رنگ کے پارٹی ویئر ڈریس کا انتخاب

کرتے اس نے ریم کی جانب بڑھایا جسے اس نے اب کی بار خاموشی سے تھام بھی لیا۔وہ باہر نکل گیا۔ریم اس کے جانے کے بعد بھی کئی لمحے یوں ہی ساکت کھڑی رہی مگر پھر اپنے آنسوؤں کو پیتے واشروم کی جانب بڑھی۔اگلے پندرہ منٹ تک وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی تبھی نیچے لاؤنج میں اس کے سامنے ڈٹ کر کھڑی تھی۔قاسم نے سر تا پا اس کا جائزہ لیا۔چہرہ میک اپ سے بلکل عاری۔وہ تلملا کر رہ گیا۔ایک اس عورت نے اسے زچ کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ہیزل آنکھیں بغیر پلک جھپکائے سیاہ آنکھوں میں ڈوبی ہوئی تھی مگر فرق صرف اتنا تھا کہ اب کی بار ریم کی آنکھیں مسکرا رہی تھی اور قاسم تلملا رہا تھا۔

تم ماتم پہ نہیں جا رہی بلکہ میرے ساتھ جا رہی ہو میری بیوی کی حیثیت سے۔مجھے آج بھری محفل" میں تمہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف کروانا ہے۔"اس نے میں پہ زور دیتے اپنی جانب اشارہ کیا۔اسکی بات سن ریم نے ستائشی انداز میں بھنویں اچکائی۔

لیکن مجھے تمہیں اپنا شوہر کہتے جو شرمندگی ہوگی اسکا کیا۔"معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے وہ" مظلومیت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اسے تاخیر ہو رہی ہے تبھی اسے مزید زچ کر رہی تھی۔ایکدم پلر پہ موجود شیشے کو دیکھ وہ جان بوجھ کر ٹھٹھکی۔

اوشٹ۔ویٹ میں تو اپنی لپ سٹک اندر ہی بھول آئی۔ چلو کوئی بات نہیں میں ایسے ہی بہت" خوبصورت ہوں۔یہ نہ ہو کہ کوئی وہاں تمہاری بیوی پہ ہی فدا ہو جائے۔" مسکرا کر بائیں آنکھ دباتے وہ اس سے پہلے جانے کیلیے مڑتی قاسم نے اس کے بازو کو اپنے شکنجے میں لیے اپنی جانب موڑا۔وہ بمشکل اس کے سینے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ایک غیر معمولی سا احساس اس کے رگ وپے میں سرائیت کرتا چلا گیا۔

محبت ہو یا نفرت۔ایک شوہر اپنی بیوی کی متعلق ایسی بات بلکل بھی برداشت نہیں کرتا گوٹ اٹ" اور تم یہی رکو میں جاتا ہوں۔فول وومین۔" اگلے دو منٹ میں وہ سرخ رنگ کی لپ سٹک لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ریم نے آئینے میں دیکھ کر اپنے بھرے بھرے لبوں کو رنگا۔ قاسم کی نگاہیں ناچاہتے ہوئے بھی اس پہ جم کر رہ گئی۔وہ آئینے میں ہر اینگل سے خود کو گھوم کر دیکھ رہی تھی اور اس لمحے قاسم سچ میں اس بات کو فراموش کر گیا تھا کہ اسے فنکشن میں پہنچنے میں تاخیر ہو رہی تھی۔

وہ بھول گیا تھا کہ وہ کہاں اور کس حال میں کھڑا ہے۔بس وہ تھا اور سامنے کھڑی لڑکی۔اس کے آگے ہر منظر دھندلا گیا تھا۔

پرفیکٹ۔"اسکی جانب مڑتے اس نے اپنے بالوں کو شانے سے پیچھے جھٹکا اور ایک ادا سے بولتے " مسکراتے اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجائی تھی۔وہ جو کھوئی کھوئی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا سٹپٹا کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔کھلی کھڑکیوں سے اندر آتی سرد ہوائیں بگڑے موسم کا عندیہ دے رہی تھیں۔

سرکار آپ یوں ہمیں دیکھیں گے تو کہی عشق کی ایک نئی داستاں نہ رقم ہو جائے۔"لہجے میں" مٹھاس بھر کر اس نے پلکیں جھپکائی۔قاسم نے اس کے بدلے رویے پہ صدماتی کیفیت میں اسے دیکھا۔وہ مسکرا رہی تھی۔کھل کر مسکرا رہی تھی۔

کیسی لگ رہی ہوں میں۔"شہد رنگ بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے وہ مسکاتے لہجے میں" بولی۔قاسم کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔اسکی گھنگھور پلکوں کی ہر جنبش پہ اسکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ریم اترائی۔جانتی تھی وہ اسکی خوبصورتی کے حصار میں مقید ہے۔

زہر لگ رہی ہو۔"اگلے ہی پل اس نے سر جھٹکا اور ترشی سے بولتے اسے مسکراہٹ دبانے پہ مجبور" کر گیا۔ریم سہج سہج کر قدم اٹھاتے اس کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی اور چہرہ اٹھاتے اسکی آنکھوں

میں دیکھا۔اسکی ہیزل آنکھوں میں محبت کا ایک جہاں آباد تھا مگر دل میں۔دل میں نفرت کے شعلے دہک رہے تھے۔

یہ کوڈورڈنگ مت استعمال کیا کرو۔صاف کہا کرو کہ صرف میری لگ رہی ہو۔"دل ہی دل میں" اپنی بکواس پہ لاحولہ پڑھتے وہ بظاہر دلفریبی سے مسکرائی۔قاسم نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا۔ریم نے اس کے دیکھنے کے انداز پہ جھرجھری لی اور خود کو ہزار بار کوسا۔اسکا اعتماد جیتنے کیلیے کیسی کیسی بکواس کرنی پڑ رہی تھی۔اگلے ہی لمحے اس نے خود میں ہمت مجتمع کرتے دھیرے سے قاسم کے بازو میں بازو حمائل کرتے بھنویں اچکائی۔وہ چاہ کر بھی اس کی گرفت سے اپنا بازو آزاد نہ کروا پایا۔اس کے دل کی دھڑکن حد سے سوا تھی۔اس کا دل کیوں دھڑکا تھا آخر۔۔کیا ریم جعفری کیلیے۔۔اس نے سختی سے اس خیال کی نفی کی۔پورچ میں پہنچتے ہی اس نے ریم کیلیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔نیوی بلیو کلر کے پینٹ کوٹ میں وہ اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ اسے اس تاریک رات کا حصہ ہی معلوم ہوا۔ریم نے اسکی بے اختیاری نوٹس کی تھی۔لبوں پہ استہزائیہ مسکراہٹ لیے وہ اندر بیٹھی۔آنکھوں میں تمسخر اتر آیا تھا۔تو آخر تھا تو وہ بھی ایک کمزور مرد ہی۔عورت کی خوبصورتی کے آگے پھسلنے والا۔۔بہکنے والا۔۔وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہی تھی۔

تم نے کیا سمجھا کہ دو تین ادائیں دکھا کر تم مجھے قابو کر سکتی ہو بیوی۔ مجھے بہکا سکتی ہو۔ مجھے دیوانہ بنا سکتی ہو۔ دیوانے کا تو معلوم نہیں دشمنی مزید گہری ضرور ہو گئی ہے۔ یاد رکھنا ڈئیر کیونکہ اب تمہارے ساتھ تمہاری طرح کا کھیل کھیلنے میں مجھے بہت مزہ آئے گا۔" اسکی جانب کے شیشے پہ جھکتے وہ تلخی سے مسکراتے بول رہا تھا۔ ریم کے حلق سے جیسے کسی نے زبان کھینچ لی۔ رنگت زرد پڑ گئی اور ریم جعفری اگلے کئی لمحوں تک پلکیں نہ جھپکا سکی تھی۔

****

موسم خراب ہونے کی بدولت ہلکی پھلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ وہ گاڑی کے دروازے سے لگ کر بیٹھی مختلف سوچوں میں غلطاں تھی۔ گاڑی میں دو نفوس کی موجودگی کے باوجود خاموشی کا راج تھا۔ باہر کے بھاگتے دوڑتے مناظر نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ گاڑی جانے پہچانے راستوں سے باتیں کرنے لگی تھی۔ دل میں نجانے کتنے اندیشوں نے سر اٹھایا تھا۔ اس نے رخ موڑتے دھڑکتے دل سمیت قاسم کو دیکھا وہ سپاٹ چہرے سمیت ڈرائیونگ کرنے میں محو تھا۔ ریم نے بغیر کچھ بولے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ بارش کی برستی بوندیں شیشوں میں گرتے باہر کے مناظر کو دھندلا کر رہی تھی۔ اس نے شیشوں کو نیچے کرتے باہر جھانکا۔ یہ راستہ۔۔۔ یہ راستہ تو

ڈیڈی کے آفس کی جانب جاتا تھا۔اس کا دل باقاعدہ سکڑ کر پھیلا۔اگلے دس منٹ میں وہ وینیو کے باہر کھڑے تھے۔وہ گاڑی سے اترتے اسکی جانب آیا اور دروازے کھولتے اسے باہر آنے کا اشارہ کیا تھا۔

یہ جگہ۔۔یہ ماحول۔۔یہ لوگ سب کچھ اس کیلیے پرانا ہی تھا مگر قاسم اسے یہاں کیوں لایا تھا۔کیا وہ اسے یہاں سب کے سامنے بے عزت کرنے لایا تھا۔اسکے کردار کی دھجیاں اڑانے لایا تھا۔

تم اندر چلو میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔"ریم نے گھبرا کر اس کا بازو جکڑ لیا اور خوفزدہ" نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اندر ڈیڈی بھی۔"

تو تمہیں ان سے ملنے کی خوشی نہیں ہے ریم جعفری۔جاؤ یہ کچھ پل آزادی کے میں تمہیں دیتا" ہوں جو کرنا چاہتی ہو کر سکتی ہو۔"انتہائی نرمی سے اس کے سر دپڑتے ہاتھوں سے اپنا بازو آزاد کرواتے وہ جانے کیلیے مڑ گیا۔ریم نے اپنے کپکپاتی انگلیوں سے گال پہ پھسلنے والی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑسا اور لڑکھڑاتے قدموں سمیت اندر کی جانب بڑھی۔اس شخص نے اسے کچھ پل کیلیے سہی اپنی قید سے آزاد کیا تھا۔پھر بھی وہ خوفزدہ کیوں تھی۔دل میں کوئی خوشی کیوں نہیں ہوئی

تھی۔چہرے پہ سکون کیوں نہیں پھیلا تھا۔وہ ہر سال یہ فنکشن اٹینڈ کرنے حاکم کے ساتھ یہاں آتی تھی مگر آج سب کچھ کیسے بدل گیا تھا۔وقت حالات اور جذبات بھی۔اس نے اپنے آنسوؤں کو پیتے ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال میں دوڑائی۔کاش اس بھیڑ میں اسے کبیر مل جاتا۔اس کی نگاہیں فقط ایک شخص کے دیدار کی تمنائی تھیں۔آج وہ کیوں نہیں آیا تھا۔بنا کچھ کہے جو اسکی مدد کو آیا کرتا تھا اس بار کیوں خاموش تھا۔وہاں ہر کوئی ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتا تھا۔تعلق تو اس کا بھی اونچے گھرانے سے تھا مگر وہاں کے طور اطوار لباس زیبائش سب مختلف تھا۔اسے اپنا آپ نجانے کیوں مس فٹ سا محسوس ہوا تھا۔وہ وینیو کے بیچ و بیچ تن تنہا کھڑی اپنا موازنہ ان سب سے کر رہی تھی۔یکلخت اس کی نگاہ ایک منظر پہ تھمی تھی۔نیوی بلیو کلر کے پینٹ کوٹ میں ملبوس وہ یقیناً قاسم ہی تھا مگر اس کے شانوں کو چھوتے بال وہ کہاں تھے۔وہ عجلت میں اسکی جانب بڑھی اور اسے پکارا تھا۔

ابھی تو تم میرے ساتھ لمبے بالوں میں آئے تھے۔تم نے بال کب کٹوائے۔"وہ اس کے شانے پہ" ہاتھ جماتے پھیلی آنکھوں سمیت بولی۔فون پہ بات کرتا شخص اسکی جانب گھوما تھا۔ریم کا دماغ بھک سے اڑا۔وہ قاسم نہیں تھا مروان تھا۔یکلخت اسکی نگاہ دور کھڑے آدمی کی جانب اٹھی۔شانوں تک

آتے بال اور نیوی بلیو ہی پینٹ کوٹ۔ مطلب وہ قاسم تھا اور وہ مروان کو لے کر کسی غلط فہمی کا شکار ہوئی تھی۔ اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

اوہ۔ یہ تم ہو۔ میں سمجھی کہ۔" وہ کچھ بولتے بولتے رکی اور لب بھینچ لیے۔"

کیا سمجھی تم؟" مروان مشروب کا گلاس لبوں سے لگاتے اپنی سبز آنکھیں اسکی ہیزل آنکھوں میں" گاڑھتے ہوئے بولا۔ ریم خاموش رہی۔ گلے میں موجود ڈوپٹہ درست کرتے اس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔

میں نے تو سنا تھا کہ تم کہی کھو گئی ہو لیکن واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔ تم تو سہی سلامت میری" آنکھوں کے سامنے ہو۔ تمہیں زندہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔" اس کی بات پہ وہ ٹھٹھکی۔ اطراف کے ماحول میں سناٹا چھا گیا۔ وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔ ریم نے بے ساختہ سر اٹھایا۔

کک۔ کیا مطلب کس سے سنا تم نے۔" ریم کی آنکھوں میں اضطراب ٹھہر گیا۔ اسی دوران اس" نے دور کھڑے قاسم کی پشت کو فون کان سے لگاتے باہر جاتا دیکھا۔

تمہارے اس ڈرائیور نے بہت دھڑلے سے مجھ پہ تمہاری گمشدگی کا کیس کیا تھا۔" ریم کی آنکھوں" سے بے اختیار آنسو پھسل پڑے۔ کیا مطلب وہ وہی کبیر تھا بدلا نہیں تھا۔ بغیر کہے اسکی مدد کو آنے

والا۔وہ روتے روتے ہنسی تھی۔کبیر نے اسکا دل مردہ ہونے سے بچالیا تھا۔مروان نے تعجب سے اس کی آنکھ میں آنسو اور لبوں پہ پھیلی مسکراہٹ دیکھی۔اس لمحے اسے دیکھ کر نجانے کیوں کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔

اپنے اس ڈرائیور کے نام پہ تو بہت خوش ہوتی ہو تم۔"ریم نے اپنی آنکھوں کو مسلا۔مروان نے" اس دوران ویٹر کو اشارہ کرتے خالی گلاس اسکی جانب بڑھایا تھا۔

مجھے اس دنیا کا کوئی مرد اچھا نہیں لگتا سوائے کبیر جاہ کے۔میں نے اسے اپنے حق میں ہمیشہ فرشتہ" "ہی پایا ہے۔باقی سب نے تو میرے ساتھ شیطانوں سے بھی بدتر سلوک کیا ہے۔

کف لنکس فولڈ کرتے مروان کے ہاتھوں کی حرکت تھمی۔بھنویں سکڑ گئیں۔سبز آنکھوں میں تحیر کے بادباں کھلے مگر وہ ان آنکھوں کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہنستے مسکراتے ایک کونے میں موجود میز چن کر بیٹھ گئی۔وہ خوش تھی بے تحاشہ خوش۔اسے یقین تھا کہ کبیر اسے ہر بار کی طرح بچالے گا۔آنکھوں میں نمی لیے اس نے چاروں اطراف میں نگاہیں گھمائی مگر حاکم کا چہرہ اتنی بھیڑ میں کہی دکھائی نہ دیا۔یکلخت اسے اپنے نزدیک کسی کی موجودگی کا گمان ہوا تھا۔سر اٹھا کر اس نے دائیں جانب دیکھا مگر اپنے ساتھ بیٹھتی شخصیت کو دیکھ وہ ٹھٹھک گئی۔اس سے قبل کہ وہ ناگواری کا

اظہار کرتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتی مقابل نے مضبوطی سے اسکی کلائی تھامتے ایک جھٹکے سے اپنے ساتھ رکھی کرسی پہ بٹھایا تھا۔

میرا ہاتھ چھوڑو پلیز وہ دیکھ لے گا۔"ناچاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ بھیگا تھا۔دونوں اطراف میں" نگاہیں گھمائی مگر قاسم کہی نہیں تھا۔

Now it's time for the last and most important award of the evening, Best Businessman of the Year.So, the winner is....

ریم نے تھم کر سٹیج کی جانب نگاہیں اٹھائی۔لازماً اب حاکم جعفری کا دیدار وہی سے ہوگا۔اس نے مزاحمت بھی ترک کردی۔وہ اپنے باپ کو آوارڈ ریسیو کرتے دیکھے گی مگر ہمیشہ کی طرح انہیں اپنے ہاتھوں سے نہیں تھما پائے گی۔اس نے آنکھیں میچ لی۔

Marwan Qasim Khan..

مروان قاسم خان.اس نے زیرِلب دہرایا۔

قاسم خان۔ریم کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اسکے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔مسلسل اس نام کی بازگشت اسکی سماعتوں میں ہورہی تھی۔

مروان قاسم خان۔

مروان قاسم خان۔

ریم کو اپنے اطراف میں دھماکے ہوتے محسوس ہوئے۔ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولتے اس نے متوحش نگاہوں سے مروان کو دیکھا جو سٹیج پہ نگاہیں جمائے مسکرا رہا تھا مگر ریم۔اسکی حالت تو ایسی تھی جیسے اسے اسکی سماعتوں نے دھوکا دیا ہو۔آنکھوں میں صدمہ لیے اس نے نفی میں سر ہلایا اور اسکی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کرواتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ بولنا چاہتی تھی۔چیخنا چلانا چاہتی تھی مگر کیسے۔کیسے؟؟دونوں ہاتھوں کو گالوں پہ پھیرتے وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔بے ساختہ انگلی اٹھاتے اس نے دور کھڑے شخص کی جانب اشارہ کرنا چاہا مگر وہاں کوئی ہوتا تو دکھائی دیتا۔وہ پاگل تو نہیں تھی پھر پاگلوں جیسا برتاؤ کیوں کر رہی تھی۔

پرسکون رہو بیوی۔"یہ لہجہ۔یہ لہجہ اور یہ آواز تو بلکل قاسم کی تھی مگر چہرہ۔وہ کیوں قاسم کا" تھا۔ایکدم اسے اپنے دل کے مقام میں درد محسوس ہوا۔

سامنے بیٹھا شخص قاسم تھا یا مروان۔"اس کی آواز بدل چکی تھی۔۔اس کا انداز بدل چکا" تھا۔۔جڑی ہوئی بھنویں علیحدہ ہو چکی تھی۔شانوں تک آتے بال ہیئر کٹ میں تبدیل ہو چکے

تھے۔ گھنی داڑھی جو سرے سے ہی غائب تھی۔ہاں بس گلے میں موجود چین صاف دکھائی دے رہی تھی۔ مطلب حقیقت میں وہ مروان ہی تھا جو قاسم کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ قاسم فقط ایک فریب تھا اور مروان حقیقت۔ایک سفاک حقیقت۔وہ اسے پہچان بھی جاتی مگر اسکی آواز۔یہ آواز ایک انسان کیسے بدل سکتا تھا۔اس نے گھومتے سر سمیت سوچا۔

Come on the stage Marwan Qasim khan..

ہوسٹ ایک بار پھر بولا تھا۔مروان اپنے کوٹ کے بٹن درست کرتے ایک مسکراتی نگاہ ریم کے نڈھال وجود پہ ڈالتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جھک کر ٹھوڑی کی مدد سے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا اور نہایت نرمی سے اس کے گالوں پہ پھسلنے والے آنسوؤں کو انگلی کے پوروں سے صاف کیا تھا۔ریم اس کے لمس پہ خوفزدہ ہوتے کپکپا کر رہ گئی۔چہرہ اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔وہ آنکھیں اب سیاہ نہیں تھی سبز تھی جس سے اسے اس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت تھی۔

مسز مروان تم نے بنا کوئی تماشہ کیے مجھے سٹیج پہ آکر آوارڈ دینا ہے۔جیسا میں کہوں ویسا کرنا ہے" ورنہ تمہارے ڈیڈی۔جانتی ہونا میں نے کیا کہا تھا۔" تمسخر اڑاتا ہوا نرم لہجہ تھا اسکا۔۔اور آواز وہ بھی قاسم سے بدلتے مروان کی ہو چکی تھی۔ریم کے گال پہ جیسے کسی نے طمانچہ دے مارا۔وہ ہل کر

رہ گئی تھی۔ مروان قاسم۔۔۔ قاسم مروان۔۔ اس کا سر گھوما تھا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے گھومتے سر کو سنبھالتے وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

وہ تمہارے بال۔ تمہارے بال کہاں گئے۔ تمہاری داڑھی مونچھیں۔ وہ سب۔۔ کہاں" گئے۔" بدحواسی کے عالم میں بولتے وہ جیسے ابھی بھی اس بات کو ماننے سے انکاری تھی۔ مروان نے باقاعدہ اپنی شیو کو سہلایا۔

بیوی کا حکم تھا بھلا کیسے ٹالتا۔ اس لیے کٹوا دیے۔ کہا تھا نا تمہیں دھوکا دینا بلکل بھی مشکل نہیں ہے" ریم جعفری۔" وہ خاموش رہی۔ وہ خاموش ہی رہنا چاہتی تھی۔ یہ حقیقت تھی مگر وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اصل میں قاسم ہی مروان ہے۔

سٹیج پہ جاتے مروان کی پشت دیکھتے اس سے قبل کہ وہ لڑکھڑاتے قدموں سمیت باہر کی جانب بھاگتی سامنے سے آتے حاکم جعفری کو دیکھ وہی تھم گئی۔ رک گئی۔ قدموں نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اپنے فراک پہ ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے اس نے مڑ کر سٹیج پہ کھڑے مروان کو دیکھا جو آنکھوں کی آنکھوں میں اسے دھمکی دے رہا تھا۔ اسے جتا رہا تھا۔ وارن کر رہا تھا۔ ایک نظر مڑ کر اس نے حاکم جعفری کو دیکھا۔ گالوں پہ مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ ہیزل آنکھیں سرخ

پڑ رہی تھی۔ باپ تھا وہ اسکا چاہے جیسا بھی تھا پھر کیسے وہ انہیں نیچا دکھا سکتی تھی۔ وہ لاکھ ان سے اختلاف کرتی مگر بیٹیوں کی باپ سے محبت تو الگ ہوتی ہے نا۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ آوارڈ میں اپنی عزیز دلِ جان بیوی کے ہاتھوں سے لوں۔ ڈارلنگ پلیز گومی" دس اونر اینڈ کم ٹو دی سٹیج۔" اس نے جتاتی نگاہوں سے ریم کو دیکھا۔ اسکا دل دھک سے رہ گیا۔ حاکم عجلت میں اسکی جانب بڑھے مگر وہ گھبرا کر اپنے قدم پیچھے کی جانب اٹھانے لگی۔ وہ ہار گئی تھی۔ اس نے آج اپنی شکست قبول کرلی تھی۔ اپنی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتی سٹیج پہ جانب جاتی ریم جعفری اسی لمحے مر گئی تھی۔

وہ جو اسے دو دنوں بعد روبرو دیکھ اس سے ملنا چاہتے تھے اسے خود سے منہ موڑتا دیکھ تڑپ کر رہ گئے۔ سونے پہ سہاگہ سٹیج پہ کھڑے مروان کی تمسخر اڑاتی نگاہیں ان کا وجود جل کر راکھ ہو گیا۔ مطلب سچ میں ریم مروان کے ساتھ ہی فرار ہوئی تھی۔ وہ مروان خان سے ہی محبت کرتی تھی۔ مروان نے ان دونوں کے متعلق جو بھی کہا تھا وہ سچ کہا تھا۔ آنکھوں میں ویرانی لیے اس نے وہ آوارڈ مروان کی جانب بڑھایا۔ حاکم اپنی شکست پہ مر جانے کے قریب تھے۔ مروان نے

دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے کے گرد بازو حمائل کیا آیا ایک اچھے شوہر ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ ریم نے بھیگی آنکھیں اسکی جانب اٹھائی۔ وہ بھی اسی کی جانب متوجہ تھا۔

ڈونٹ کرائے بیوی۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر ریم کے چہرے کو چھونا چاہا مگر وہ مضبوطی سے اس کا" ہاتھ تھام گئی۔ اس کا ہاتھ سرد پڑ رہا تھا جیسے جسم میں جان باقی نہ رہی ہو۔

تم نے ریم جعفری کو مار دیا ہے مروان خان۔ اب شاید وہ کبھی زندہ نہ ہو پائے۔ تم جیت گئے" ہو۔ میں نے اپنی ہار تسلیم کر لی ہے۔" اٹک اٹک کر بولتے ایک ٹیس سی اس کے دماغ میں اٹھی تھی۔ وہ سنبھلنا چاہتی تھی مگر چاہ کر بھی خود کو سنبھال نہ پائی۔ آنکھوں کے سامنے باقاعدہ اندھیرا سا چھایا۔ اگلے ہی لمحے وہ حواس کھوتے اوندھے منہ سٹیج پہ گری تھی۔ اسکی ناک سے نکلتی خون کی لکیر دیکھ مروان کو شدت سے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ آوارڈ اس کے ہاتھ سے چھوٹتے سٹیج پہ جا گرا۔

وہ آوارڈ کسی کی جان سے بڑھ کر تو بلکل عزیز نہیں تھا اور جان بھی کس کی۔۔ ریم جعفری کی۔۔ مروان قاسم خان کی بیوی کی۔۔

* * * * * * * * * *